یہ لوگ بتائے ہیں جو فی سبیل اللہ محصور ہیں۔ ان میں طالب علم، مدرسین، مبلغین بھی شامل ہیں۔ سوال کی صورت میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان پر قربانی کے چمڑے لگ سکتے ہیں۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ ۶ جون ۱۹۳۹ء

جنازہ کا بیان

تلقین میت[1]

سوال :- کیا مردہ کو دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر تلقین کرنی درست ہے؟ امام شوکانی نے جو اس کو بدعت کہا ہے۔ اور مطلقاً احادیث ضعیفہ کو متروک العمل قرار دینا محدثین میں سے یہ کس کا مذہب ہے۔ حالانکہ محدثین صحاح ستہ کئی جگہ احادیث ضعیفہ پر باب باندھتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات حدیث مردود لمعانی ہوتی ہے۔ اور مقبول لمعانی ہوتی ہے۔

جواب :- حدیث تلقین کی بابت صاحب سبل السلام لکھتے ہیں۔

ویتحصل من کلام ائمۃ التحقیق انہ حدیث ضعیف والعمل بہ بدعۃ ولا یغتر بکثرۃ من یفعلہ (سبل السلام ص۲۰۳)

یعنی ائمہ محققین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس پر عمل کرنا بدعت ہے اور بہت لوگوں کے فعل سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔ کیونکہ اکثر دنیا بھیڑ چال ہے۔

امام عراقی کہتے ہیں، الفاظ جرح کے پانچ درجے ہیں۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ راوی مطعون کے حق میں کہا جائے کذاب یہ راوی بہت جھوٹا ہے یا کہا جائے وضاع یعنی اپنی طرف سے حدیثیں بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ راوی کو کہا جائے متہم بالکذب۔ اس راوی کو کذب کی تہمت لگی ہے یا یوں کہیں

---

[1] یعنی میت کو دفن کر کے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کو منکر نکیر کے جوابات کی تلقین کرنا (یاد دہانی کرانا)

متہم بالوضع اس راوی کو حدیثیں وضع کرنے کی تہمت لگی ہے یا یوں کہیں ھالک۔ یا یوں کہیں متروک یا یوں کہیں ساقط۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ راوی کو کہیں مردود الحدیث یا کہیں ضعیف جداً یا یہ کہیں واہ۔ ان قسموں سے نہ تو احتجاج کیا جاتا ہے اور نہ ہی استشہاد و اعتبار (تائید) میں ان کی حدیث لی جاتی ہے۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ راوی کو کہا جائے ضعیف الحدیث یا یوں کہا جائے منکر الحدیث یا اس طرح کہا جائے مضطرب الحدیث۔

پانچواں درجہ یہ ہے کہ راوی کو کہا جائے وفیہ ضعف یا اسی طرح کہا جائے وھو سیّئ الحفظ یا یوں کہا جائے لیس بالقوی یا یوں کہا جائے ھو لین یا اس کو ایسا کہیں فیہ آدٰ فی المقال ان پچھلے دو درجوں کی حدیث اخذ بھی کی جاتی ہے اور اعتبار و استشہاد کے واسطے اس میں نظر بھی کی جاتی ہے۔

شیخ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں جو حدیث راوی کے فسق کے سبب ضعیف ہو وہ متعدد سندوں سے قبل احتجاج نہیں ہو سکتی (حاشیہ شرح نخبہ)

حدیث تلقین چونکہ اخیر کے دو درجوں سے نہیں اس لئے اس پر عمل بدعت ہے۔ اگر یہ کچھ قابل عمل ہوتی تو خیر قرون میں اس پر کیوں عمل نہیں ہوا۔ کیا اس وقت حاجت نہ تھی یا کوئی مردہ دفن نہ ہوتا تھا یا ان کو اس پر عمل کا شوق نہ تھا۔ جب یہ سب باتیں مفقود ہیں تو اس حدیث کی حقیقت واضح ہے کہ یہ بالکل ساقط ہے قابل عمل نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ ۔ ۳ مئی ۱۹۳۹ء

خاوند اور بیوی کا ایک دوسرے کو غسل دینا

سوال:۔ ایک عورت مر گئی۔ اس کو اس کے خاوند نے غسل دیا۔ باوجودیکہ اس کی قریبی عورتیں اس مجمع میں موجود تھیں۔ ایسی موجودہ صورت میں اس کے خاوند کا اس عورت کو غسل دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔؟

جواب:۔ خاوند بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا تھا۔

منتقیٰ میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ جَنَازَةٍ بِالْبَقِیْعِ وَاَنَا اَجِدُ صُدَاعًا فِیْ رَأْسِیْ وَاَقُوْلُ وَارَأْسَاهُ فَقَالَ بَلْ اَنَا وَارَأْسَاهُ مَا ضَرَّكِ لَوْ مِتِّ قَبْلِیْ فَغَسَّلْتُكِ وَكَفَّنْتُكِ ثُمَّ صَلَّیْتُ عَلَیْكِ وَدَفَنْتُكِ رواہ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنَ الْاَمْرِ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَّلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا نِسَاءُهُ رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ وَقَدْ ذَكَرْنَا اَنَّ الصِّدِّیْقَ اَوْصٰی اَسْمَاءَ زَوْجَتَهُ اَنْ تُغَسِّلَهُ فَغَسَّلَتْهُ۔ (باب ماجاء فی غسل احد الزوجین الآخر)

یعنی عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازہ سے لوٹے اور میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔ اور میں ہائے ہائے کر رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلکہ میرے سر میں درد ہوتا ہے۔ اگر تو مجھ سے پہلے مرجاتی تو میں تجھے غسل دیتا اور کفن دیتا۔ پھر تجھ پر نماز جنازہ پڑھتا اور تجھے دفن کرتا۔

نیز عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی تھیں۔ اگر ہمیں پہلے خیال آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی بیویوں کے سوا کوئی غسل نہ دیتا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے وفات کے وقت اپنی بیوی اسماء کو وصیت کی کہ وہ غسل دے۔ پس اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو غسل دیا۔

نیل الاوطار میں ہے۔

فِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الْمَرْأَةَ یُغَسِّلُهَا زَوْجُهَا اِذَا مَاتَتْ وَهِیَ تُغَسِّلُهُ قِیَاسًا وَبِغُسْلِ اَسْمَاءَ لِاَبِیْ بَكْرٍ كَمَا تَقَدَّمَ وَعَلِیٍّ لِفَاطِمَةَ كَمَا اَخْرَجَهُ الشَّافِعِیُّ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ وَالْبَیْهَقِیُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ وَلَمْ یَقَعْ مِنْ سَائِرِ الصَّحَابَةِ اِنْكَارٌ عَلٰی عَلِیٍّ وَاَسْمَاءَ فَكَانَ اِجْمَاعًا (جلد ۳ ص۲۵)

یعنی اس میں دلیل ہے کہ مرد اپنی عورت کو غسل دے سکتا ہے اور عورت بھی اسی دلیل سے خاوند کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ خاوند بیوی کا ایک پردہ ہے۔ جیسے مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے۔ عورت مرد کو دیکھ سکتی ہے۔ نیز اسماء حضرت ابوبکر رضؓ کی بیوی نے حضرت ابوبکر رضؓ کو غسل دیا اور حضرت علی رضؓ

نے حضرت فاطمہ رضؓ کو غسل دیا۔ اور صحابہؓ سے کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ پس اس پر صحابہؓ کا اجماع ہو گیا کہ خاوند بیوی ایک دُوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

بیٹا ماں کو غسل دے سکتا ہے؟

سوال :۔ والدہ کی میت کو اس کے بیٹے نے غسل دیا، باوجودیکہ اس کے بیٹے کی بیوی موجود تھی۔ ایسی صورت میں بیٹے کا ماں کو غسل دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ سبل السلام میں ہے۔

واما فی الاجانب فانه اخرج ابوداؤد فی المراسیل من حدیث ابی بکر بن عیاش عن محمد بن ابی سهل عن مکحول قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا ماتت المرأة مع الرجال لیس فیهم امرأة غیرها والرجل مع النساء لیس معهن رجل غیره فانهما ییممان و یدفنان وهما بمنزلة من لایجد الماء انتهی محمد بن ابی سهل هذا ذکره ابن حبان فی الثقات وقال البخاری لایتابع علی حدیثه وعن علی علیه السلام قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتبرز فخذک ولاتنظر الی فخذ حیی ولا میت رواه ابوداؤد وابن ماجة وفی اسناده اختلاف رص۹۰؛

یعنی مکحول کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب عورت مرجائے اور کوئی دوسری عورت وہاں نہ ہو یا مرد مرجائے اور کوئی دوسرا مرد وہاں نہ ہو تو تیمم کرکے دفن کر دئے جائیں۔ اور حضرت علی رضؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنی ران ننگی نہ کر اور کسی کی ران کی طرف نہ دیکھ خواہ زندہ ہو یا مردہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ خاوند بیوی کے سوا کوئی مرد عورت کو اور کوئی عورت مرد کو غسل نہ دے۔ جس شخص نے ماں کو غسل دیا ہے۔ اُس نے بہت بُرا کیا

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ

۲۸ محرم ۱۳۵۳ھ - ۵ مئی ۱۹۳۴ء

شیعہ و اہلِ بدعت کا جنازہ

سوال :- شیعہ اور دیگر اہلِ بدعت کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔؟

جواب :- شیعہ کے کئی فرقے ہیں۔ ایک زیدی کہلاتے ہیں۔ وہ حضرت ابوبکرؓ و دیگر صحابہؓ کو گالی نہیں دیتے۔ نہ ان کو منافق کہتے ہیں بلکہ صرف حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ و دیگر صحابہؓ پر فضیلت دیتے ہیں۔ تو ایسے شیعہ کافر نہیں۔ اُن کا جنازہ اگر کوئی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں لیکن پڑھنا اچھا نہیں کیونکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی نفرت نہیں رہتی بلکہ ان کو اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ کے لئے مقروض کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ زیدی شیعہ تو اس سے کئی درجہ بُرے ہیں۔ ان کا جنازہ بطریق اولیٰ نہ پڑھنا چاہیئے۔ اور جو شیعہ حضرت ابوبکرؓ وغیرہ کو گالی دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ان کا ایمان منافقانہ تھا تو ایسے شیعہ کافر ہیں۔ اور کافروں کی بابت قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکَافِرِیْنَ (المص رکوع ۶)

یعنی کافروں پر اللہ تعالےٰ نے جنت حرام کردی ہے

اسی طرح مشرک کی بابت فرمایا ہے۔

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ (سورہ مائدہ رکوع ۲)

یعنی جو شرک کرے اس پر اللہ تعالےٰ نے جنت حرام کردی۔

جب جنت حرام ہے تو نمازِ جنازہ کاہے کے لئے ہوگی۔

دوسری آیت میں ہے۔

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ (پارہ ۱۱ رکوع ۳)

یعنی نبی کے لئے اور ایمان والوں کے لئے لائق نہیں کہ مشرکوں کی بابت بخشش مانگیں۔ خواہ ان کے رشتہ دار ہوں جب ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ دوزخی ہیں۔

اس آیت میں مشرکوں کے لئے بخشش نہ مانگنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔ یعنی ان کو دوزخ سے کسی وقت نجات نہیں۔ پس جس شخص کی کسی وقت نجات کی امید نہ ہو اس کے لئے بخشش کی دعا کرنی

منع ہے۔ اور شیعہ مذکور چونکہ کافر ہے اس لئے اس کی نجات کی بھی اُمید نہیں۔ پس اس کی بابت بھی بخشش کی دعا منع ہے۔

حدیث میں ہے۔

اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ۔ رواہ احمد و ابوداؤد (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر)

یعنی تقدیر سے انکار کرنے والے اس اُمّت کے مجوسی ہیں۔ اگر بیمار ہو جائیں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرو۔ اگر مر جائیں تو ان کے کفن دفن اور جنازہ میں حاضر نہ ہو۔

جیسے تقدیر کے منکروں کو اس حدیث میں اس اُمّت کے مجوس قرار دیا ہے۔ اس طرح شیعہ کو ایک اور حدیث میں اس اُمّت کے نصاریٰ قرار دیا ہے۔ مشکوٰۃ باب مناقب علی رضہ میں حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کو فرمایا۔ تیری عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے۔ یہود نے اس سے بغض رکھا یہاں تک کہ اُن کی ماں پر بہتان باندھا۔ اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کو اس مرتبہ تک پہنچا دیا جو اس کے لائق نہ تھا۔ یعنی ایک بغض میں ہلاک ہو گئے ایک محبت میں۔ حضرت علی رضہ نے فرمایا مجھ سے محبت میں افراط کرنے والا بھی ہلاک ہو جائے گا اور مجھ سے بغض رکھنے والا بھی ہلاک ہو جائے گا جس کو میرا بغض بہتان پر آمادہ کرتا ہے۔ سو یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ خارجی حضرت علی رضہ سے بغض رکھتے ہیں گویا کہ وہ اس اُمّت کے یہود ہیں۔ اور شیعہ محبت میں افراط کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی محبت کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضہ سے بغض رکھتے ہیں تو گویا کہ اس اُمّت کے نصاریٰ ہوئے۔ پس جیسے قدریہ کا جنازہ جائز نہیں کیونکہ وہ اس اُمّت کے مجوس ہیں۔ اس طرح شیعہ اور خارجیہ کا بھی جنازہ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ اس اُمّت کے یہود و نصاریٰ ہیں۔ جس امام نے جنازہ پڑھا ہے اُس کو امامت سے معزول کر دینا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس نے ایک کافر کا جنازہ پڑھ دیا۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ

۲۱ محرم سنہ ۱۳۵۲ھ

بے نماز اور اس کی اولاد کا جنازہ

سوال ۔ کیا بے نماز اور اس کی اولاد کا جنازہ جائز ہے؟

جواب:۔ اس باب کی وضاحت نماز کے بیان میں ہو چکی ہے۔

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ

سوال:۔ ایک حاجی پانچوقت کا نمازی ہے۔ جماعت کا پابند۔ شکل وصورت میں پورا مذہبی انسان اس نے خودکشی کے خیال سے لٹک کر جان دے دی۔ کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب:۔ اس کے متعلق چند احادیث درج ہیں۔

مسلم میں ہے۔

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ بِرَجُلٍ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِمَشَاقِصَ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْهِ (فصل رابع مشکوۃ باب المشی بالجنازہ)

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کا جنازہ لایا گیا۔ جس نے تیر کے پھل سے یا چاقو سے خودکشی کرلی۔ آپ نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ یَتَرَدّٰی فِیْهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰی سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَسُمُّهٗ فِیْ یَدِهٖ یَتَحَسَّاهُ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِیْدَةٍ فَحَدِیْدَتُهٗ فِیْ یَدِهٖ یَتَوَجَّاُ بِهَا فِیْ بَطْنِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا۔ متفق علیہ (مشکوۃ کتاب القصاص)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں (پہاڑ) سے گرے گا۔ جو زہر پی کر خودکشی کرے اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ ہمیشہ جہنم میں اس کو گھونٹ گھونٹ پیئے گا۔ اور جو شخص کسی ہتھیار سے خودکشی کرے وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا ہمیشہ جہنم میں اپنے پیٹ میں گھونپے گا۔

(۳) وعنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ یَخْنُقُ نَفْسَهٗ یَخْنُقُهَا فِی النَّارِ وَالَّذِیْ یَطْعَنُهَا یَطْعَنُهَا فِی النَّارِ (حوالہ مذکور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا گلا گھونٹ کر خودکشی کرے وہ جہنم میں اپنا گلا گھونٹے گا

اور جو برچھی وغیرہ گلے میں گھونپ کر خودکشی کرے وہ جہنم میں برچھی وغیرہ گھونپے گا۔

(۴۹) وعن جندبؓ بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فیمن کان قبلکم رجل بہ جرح فجزع فاخذ سکینا فحز بہا یدہ فما رقا الدم حتی مات قال اللہ بادرنی عبدی بنفسہ فحرمت علیہ الجنۃ۔ متفق علیہ۔ (حوالہ مذکور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گذشتہ لوگوں سے ایک شخص کے زخم تھا۔ اس سے بیقرار ہوگیا، چاقو لے کر اپنا ہاتھ کاٹ دیا۔ خون بند نہ ہوا یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ خداتعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے اپنی جان تلف کرنے میں مجھ سے جلدی کی۔ پس میں نے اس پر جنت حرام کردی۔

(۵۱) وعن جابر ان الطفیل بن عمرو الدوسی لما هاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ هاجر الیہ وهاجر معہ رجل من قومہ فمرض فجزع فاخذ مشاقص لہ فقطع بہا براجمہ فشخبت یداہ حتی مات فراٰہ الطفیل بن عمرو فی منامہ وهیئتہ حسنۃ وراٰہ مغطیا یدیہ فقال ما صنع بک ربک فقال غفر لی بهجرتی الی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراک مغطیا یدیک قال قیل لی لن نصلح منک ما افسدت فقصہا الطفیل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم ولیدیہ فاغفر رواہ مسلم۔ حوالہ مذکور۔

جابرؓ فرماتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو طفیل بن عمرو دوسی رضؓ نے اور اُس کے ساتھ ایک اور شخص نے بھی ہجرت کی وہ بیمار ہوکر بے چین ہوگیا۔ چاقو لے کر اپنی انگلیاں جوڑوں سے کاٹ دیں۔ خون نے جوش مارا۔ یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ طفیل بن عمرو رضؓ نے اس کو خواب میں اچھی ہیئت میں دیکھا، پوچھا خدا نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہا میری ہجرت کی برکت سے خدا نے معافی دے دی۔ طفیل بن عمرو نے کہا تو نے اپنے ہاتھ کیوں ڈھانپے ہوئے ہیں۔ کہا خدا کی طرف سے مجھے کہا گیا ہے کہ جو تو نے خود بگاڑا ہے اُس کو ہم ٹھیک نہیں کریں گے

طفیل نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ! اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے۔

یہ پانچ احادیث ہیں۔ پہلی چار سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے لئے بخشش نہیں۔ نہ اس کا جنازہ پڑھنا چاہیئے۔ پانچویں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی معافی ہو سکتی ہے۔ اس بناء پر اس کی نماز جنازہ بھی درست ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ میں میت کے لئے معافی وغیرہ ہی کی درخواست ہوتی ہے۔ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ گناہ بہت بڑا ہے جس کی سزا یہی ہے کہ ہمیشہ جہنم میں اس عذاب میں مبتلا رہے جس سے اس نے اپنی جان تلف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی عمل کی برکت سے معافی دے دے تو علیحدہ بات ہے ورنہ سزا یہی ہے۔ اور اسی تنبیہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ چنانچہ پہلی حدیث میں ذکر ہے حالانکہ وہ مسلمان ہے۔ اسلام سے خارج نہیں۔ اور مسلمان پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے مگر تنبیہ کے لئے آپ نے نہیں پڑھی۔ اس طرح جس مقروض نے ادائیگی قرض کے لئے مال نہ چھوڑا ہو جس سے اس کا قرض ادا نہ ہو سکے اس کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ حالانکہ وہ بھی بالاتفاق مسلمان ہے۔ پس شخص مذکور فی السوال پر بڑا آدمی پرہیزگار متقی، عالم فاضل جس کے نماز جنازہ نہ پڑھنے سے تنبیہ ہو جائے نماز جنازہ نہ پڑھے اور باقی لوگ پڑھ لیں یا کوئی بھی نہ پڑھے تاکہ زیادہ تنبیہ ہو جائے۔ اس طرح مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا یہ بھی نماز جنازہ کی طرح بطور تنبیہ ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آخر مسلمان ہے۔ چنانچہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔

عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم اہلحدیث روپڑ ضلع انبالہ

۲۲ شعبان سنہ ۱۳۶۰ھ

بچہ کو غسل اور اس کی نماز جنازہ
اور شہید کو نہ غسل اور نہ نمازِ جنازہ

سوال:- بچہ بھی قبل بلوغ معصوم ہوتا ہے۔ اور شہید بھی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ بچہ کو غسل دیا جاتا ہے اور اس کا جنازہ بھی پڑھا جاتا ہے مگر شہید کو نہ غسل دیا جاتا ہے اور نہ اس پہ نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کا سبب اور اس میں فرق کیوں ہے؟

(حافظ جان محمد برنالہ ریاست پٹیالہ)

جواب :۔ شہید نے چونکہ اپنے عمل سے یہ درجہ پایا ہے۔ اس لئے اُس کی بزرگی وعظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا۔ بچہ نے اپنے عمل سے کچھ حاصل نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے اپنے فضل سے اس سے قلم اٹھایا ہوا ہے کہ اُس کے گناہ نہیں لکھے جاتے اِس لئے اس کا جنازہ پڑھتے ہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ ۵ محرم ۱۳۵۶ھ

خسرے کے جنازہ کا حکم

سوال :۔ اگر میت خسرہ ہو اُس کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے یا ناجائز۔ کیا امام نماز جنازہ پڑھائے یا نہ۔ اگر پڑھائے تو امام کیا دعا پڑھے ؟

جواب :۔ خسرہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک پیدائشی اور ایک بناوٹی۔ بناوٹی اگر اپنے پیشے سے توبہ کرے تو اس کے نماز جنازہ میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں مرد ہوتا ہے جس نے عورت کی شکل بنا کر سوال کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ اگر بغیر توبہ مر گیا تو دیکھا جائے اور معلوم کیا جائے کہ نماز کا پابند تھا تو اس صورت میں بھی نماز جنازہ ہو جاتی ہے لیکن تنبیہ کے طور پر نہ پڑھی جائے۔ تو مناسب ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کی اور خودکشی کرنے والے کی اور ماعز کی جس نے زنا کیا تھا نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

اور اگر بناوٹی خسرہ نماز نہیں پڑھتا تھا تو پھر بالکل نماز جنازہ نہ پڑھنی چاہیئے کیونکہ بے نماز کافر ہے۔

اگر خسرہ پیدائشی ہے تو اس کی حالت دیکھی جائے کہ مرد سے زیادہ مشابہ ہے یا عورت سے جس سے زیادہ مشابہ ہو اس کا حکم رکھتا ہے۔ اگر مرد سے زیادہ مشابہ ہو تو مرد والی دعائیں پڑھی جائیں۔ اور جنازہ پڑھانے کے وقت امام اس کے سر کے برابر کھڑا ہو یا اس کے درمیان میں اگر خسرہ عورت سے زیادہ مشابہ ہو تو عورت والی دعائیں اور جنازہ پڑھنے کے وقت امام اُس کے درمیان میں کھڑا ہو یا سرین کے برابر۔ کیونکہ جدھر کو ترجیح ہو اُدھر ہی کا حکم ہونا چاہیئے۔ اگر مرد عورت والی علامتیں برابر ہوں تو پھر اختیار ہے۔ امام جونسی دعائیں چاہے پڑھے کیونکہ دونوں طرف برابر ہیں۔ ہاں وراثت کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ مرد سمجھا جائے یا عورت۔ راجح مذہب یہی ہے کہ آدھا حصہ اس کو مرد کا دیا جائے اور آدھا عورت کا چنانچہ کتب وراثت میں اس کی تفصیل ہے۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ

۳ ذیقعد ۱۳۵۳ھ ۔ ۸ فروری ۱۹۳۵ء

ولدالحرام کے جنازہ کا حکم

سوال :۔ ایک آدمی کے گھر دو عورتیں بے نکاح ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک کے گھر زنا کا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ چار پانچ ماہ کی عمر پاکر مر گیا۔ امام مسجد کو جنازہ کے لئے بلایا گیا۔ امام مسجد نے جواب دیا کہ میں اس کا جنازہ نہیں پڑھتا تاکہ اس کو کچھ عبرت حاصل ہو۔ لوگ امام مسجد کو ملامت کرتے ہیں کہ پاک جان کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اب سوال یہ ہے کہ امام لائق ملامت ہے یا نہیں ؟

صدر دین امام مسجد گجھیانہی۔ ڈاکخانہ منڈی وار بٹن ضلع شیخوپورہ

جواب :۔ بچہ معصوم ہے۔ معصوم کا جنازہ پڑھنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ قصور ماں باپ کا ہے۔ ماں باپ کو تنبیہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان کا بھانڈا چھیک دیا جائے مگر اب امام کو بھی ملامت نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس کی نیت بھی نیک تھی لیکن آیندہ کے لئے آگاہ رہنا چاہیئے کہ ظلم کسی کا ہو اور زیادتی کسی پر ہو۔ یہ مناسب نہیں ۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ

۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ، ۲۳ اگست ۱۹۳۵ء

مردہ بچہ کے جنازہ کا حکم

سوال :۔ بچہ مرا ہوا پیدا ہوا تو اس بچہ کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ ایسے بچہ کو کفن دینا۔ غسل دینا چاہیئے یا نہیں۔ ایسے بچہ کو قبرستان میں دفن کرنا چاہیئے یا قبرستان سے باہر دفن کرنا چاہیئے۔

(اے۔ ای۔ پٹیل افریقہ)

جواب :۔ مشکوٰۃ میں ہے۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ يَسِيْرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ يَمْشِيْ خَلْفَهَا وَاَمَامَهَا وَعَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيْبًا مِنْهَا وَالسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَيُدْعٰى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ ۔ رواہ ابوداؤد وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ قَالَ الرَّاكِبُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ حَيْثُ شَاءَ مِنْهَا وَالطِّفْلُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَفِيْ

الْمَعَابِحُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ زِيَادٍ (مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ الخ صفحہ ۳)

یعنی مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیادہ کو اختیار ہے خواہ پیچھے چلے یا آگے یا دائیں بائیں، نزدیک اور کچہ بچہ جو پورے دنوں سے پہلے گر جائے اس پر نماز پڑھی جائے۔ اور اس کے والدین کے لئے بخشش و رحمت کی دعا کی جائے۔ ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیادہ جہاں چاہے اور لڑکے پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔"

یہ حدیث بظاہر عام معلوم ہوتی ہے کہ بچہ خواہ زندہ پیدا ہو یا مرا ہوا ہر صورت میں اس پر نماز پڑھی جائے لیکن دوسری حدیث میں شرط آئی ہے کہ آواز کرے تو نماز جنازہ پڑھی جائے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کے اسی باب صفحہ ۱۴۳ میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّفْلُ لَا یُصَلّٰی عَلَیْہِ وَلَا یَرِثُ وَلَا یُوْرَثُ حَتّٰی یَسْتَھِلَّ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ وَلَا یُوْرَثُ۔

جابرؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لڑکا جب تک آواز نہ کرے، نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے نہ وہ کسی کا وارث ہوگا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا۔"

نیل الاوطار میں ہے۔

وَیَدُلُّ عَلٰی اِعْتِبَارِ الْاِسْتِھْلَالِ حَدِیْثُ جَابِرٍ عِنْدَ التِّرْمِذِیِّ وَالنَّسَائِیِّ وَابْنِ مَاجَۃَ وَالْبَیْھَقِیِّ بِلَفْظِ اِذَا اسْتَھَلَّ السِّقْطُ صُلِّیَ عَلَیْہِ وَوَرِثَ (نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۵۱)

یعنی آواز کے شرط ہونے پر جابرؓ کی حدیث دلالت کرتی ہے جس کو ترمذی، نسائیؒ، ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ جب کچہ بچہ آواز کرے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور وہ وارث بھی ہوگا۔"

اس حدیث میں اسماعیل بن مسلم ایک راوی ضعیف ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اور بہت سے شامل ہیں۔ چنانچہ تلخیص الحبیر کے صفحہ ۱۵۱ میں حافظ ابن حجرؒ نے اور نیل الاوطار جلد ۳ کے صفحہ ۴۲ میں امام شوکانیؒ نے بحوالہ ترمذی وغیرہ ذکر کیا ہے اس لئے اس کا ضعف نقصان نہیں دیتا۔ اور اسی لئے حاکمؒ نے کہا ہے کہ یہ

حدیث بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر کے صفحہ ۱۵۱ میں کہا ہے کہ یہ حاکم رہ کا وہم ہے کیونکہ اسماعیل بن مسلم کے ساتھ روایت کرنے میں اگرچہ اور بہت سے شامل ہیں لیکن اسماعیل بن مسلم کا استاد ابو الزبیر کی اس میں بخاری کی شرط پر نہیں (کیونکہ یہ تیسرے درجہ کا مدلس ہے۔ چنانچہ طبقات المدلسین کے صفحہ ۲ میں حافظ ابن حجر رہ نے اس کی تصریح کی ہے) اور اس نے جابرؓ سے کلمہ عن کے ساتھ روایت کی ہے۔ یعنی عَنْ جَابِرٍ (روایت کرتا ہوں میں جابرؓ سے) کہا ہے اور سَمِعْتُ جَابِرًا (سنا میں نے جابر رضہ سے) نہیں کہا۔ اور مدلس جب عن کے ساتھ روایت کرے تو وہ معتبر نہیں ہوتی۔ پس اس بناء پر یہ روایت معتبر نہ ہوئی۔ مگر بعض اور احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے یہ لائق استدلال ہو گئی۔ چنانچہ نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۴۷ اور تلخیص الحبیر کے صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ أَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي تَرْجَمَةِ عَمْرِو بْنِ خَالِدٍ وَهُوَ مَتْرُوكٌ وَمِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِيٍّ مِنْ رِوَايَةِ شَرِيكٍ عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْهُ وَقَوَّاهُ ابْنُ طَاهِرٍ فِي الذَّخِيرَةِ وَقَدْ ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ تَعْلِيقًا (فی باب اذا استهل الصبي فمات هل يُصَلَّى عَلَيْهِ) وَوَصَلَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ)

یہ عبارت تلخیص الحبیر کی ہے۔ اور نیل الاوطار کی عبارت بھی اسی کے قریب ہے۔

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اس بارے میں حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ ابن عدی نے اس کو عمرو بن خالد رہ کے حالات میں ذکر کیا ہے لیکن عمرو بن خالد متروک ہے۔ یعنی بہت ضعیف ہے اور اس بارے میں ابن عباسؓ کی حدیث بھی ہے۔ اس کو بھی ابن عدی نے شریک کی روایت سے اس نے ابن اسحاق سے اس نے عطاء سے اس نے ابن عباسؓ سے ذکر کیا ہے اور ابن طاہر نے ابن عباس رہ کی حدیث کو ذخیرہ میں قوی کہا ہے۔ اور بخاریؒ نے بھی اس کو زہری کا قول بنا کر بغیر اسناد کے ذکر کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے اس کو با اسناد ذکر کیا ہے۔

ان احادیث کے علاوہ بعض اور احادیث بھی ہیں جن سے یہ مسئلہ پختہ ہو جاتا ہے کہ بچہ آواز کرے تو اس کا جنازہ پڑھنا چاہیئے۔ چنانچہ نیل الاوطار کے صفحہ ۴۹ اور تلخیص الحبیر کے صفحہ ۱۵۲ میں ہے۔

وَقَدْ أَخْرَجَ الْبَزَّارُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوعًا اِسْتِهْلَالُ الصَّبِيِّ الْعُطَاسُ

اِسْنَادُہٗ ضَعِیْفٌ۔

یعنی بچہ کی آواز چھینک ہے اس کی اسناد ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس کی اسناد کو اگرچہ ضعیف کہا ہے لیکن اُوپر کی احادیث کو اس سے تقویت ہو گئی۔ کیونکہ ضعیف مل کر حسن کے درجے کو پہنچ جاتی ہیں۔ چنانچہ کتب اصول شرح نخبہ وغیرہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور چھینک سے مراد آواز کا ادنیٰ درجہ ہے۔ ورنہ کسی اور طرح آواز ہو۔ وہ بھی کافی ہے۔ اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ وہ کہتے ہیں جب بچہ آواز کرے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کی جزء ۶ ص۲۹ باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور نیل الاوطار کے مقام مذکور میں ہے کہ مقصود آواز سے چیخ، چھینک حرکت ہے۔ جس سے حیات معلوم ہو۔ اور صاحب نیل الاوطار کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی کہا ہے کہ مقصود آواز سے علامت حیات ہے آواز چونکہ اکثر اور واضح ہے۔ اس لئے اس کا ذکر کر دیا۔ پس جب کوئی ایسی علامت پائی جائے جس سے بچہ کی حیات معلوم ہو تو اُس کا جنازہ پڑھنا پڑے گا اور وہ وارث بھی ہوگا۔ پھر اس کی وراثت اس کے وارثوں میں تقسیم ہو گی پس جب اُس کا جنازہ بھی ہوا۔ اور وہ وارث بھی ہوا تو باقی کفن دفن بھی اس کا بڑوں کی طرح ہونا چاہیئے اس میں کسی کو اختلاف نہیں، صرف سعید بن جبیرؒ، عبد اللہ بن عباس رضؓ۔ کے شاگرد کہتے ہیں کہ لڑکا جب تک بالغ نہ ہو۔ اُس وقت تک اُس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ جب تک بچہ نماز نہ پڑھے اُس وقت تک اُس کی نماز جنازہ نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری جزء ۶ ص۲۹ باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ میں یہ دونوں قول ذکر کئے ہیں مگر یہ صریح احادیث کے خلاف ہیں۔ اُوپر کی احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے بچوں کا جنازہ ثابت ہوتا ہے۔ مشکوٰۃ میں سعید بن مسیّب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ میں نے ابوہریرہؓ کے پیچھے معصوم بچہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ میں نے ان سے سنا کہ وہ اس کے حق میں عذاب قبر سے پناہ کی دعا کرتے۔

الرحمۃ المھداۃ فصل رابع مشکوٰۃ ص۱۴۵ میں ہے۔ عمار مولیٰ حارث بن نوفل کہتے ہیں میں ایک عورت اور اس کے بچے کے جنازے کو حاضر ہوا۔ بچہ امام کے نزدیک رکھا گیا۔ اور عورت بچہ سے قبلہ کی جانب رکھی گئی۔ پس دونوں پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور لوگوں میں ابوسعید خدریؓ، ابن عباسؓ

ابوقتادہ رضہ ۔ ابوہریرہ رضہ ، رحجلیل القدر صحابہ موجود تھے ۔ میں نے اُن سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اس طرح متعدد میتوں کو آگے پیچھے ، رکھ کر اگر مردوں کے ساتھ عورت ہو تو اُس کو مردوں کے آگے قبلہ کی جانب رکھ کر اکٹھے ، نماز جنازہ پڑھنا سنت ہے ۔ یعنی ارشاد نبوی ہے ۔ نسائی اور ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے ۔ نیز الرحمۃ المہداۃ کے اسی صفحہ میں ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند ارجمند ابراہیم جب فوت ہوئے تو آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا ان کے لئے جنت میں دایہ دودھ پلانے والی ہے ۔ (یعنی یہ رضاعت کے دنوں میں فوت ہو گئے ۔ اس لئے ان کی رضاعت جنت میں پوری کی جائے گی) اور اگر زندہ رہتے تو صدیق نبی بن جاتے اور ان کے ماموں یعنی (قبطی لوگ) آزاد ہو جاتے اور آئندہ کو قبطی غلام نہ بنایا جاتا ۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ؛

غرض اس قسم کی روایتیں بہت ہیں ۔ جن میں بچوں پر نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے ۔ پس سعید بن جبیر کا قول اور اس کے ساتھ کا قول دونوں غلط ہیں ۔ اور بعض کہتے ہیں جب بچہ پیٹ میں چار ماہ کا ہو جائے تو پھر خواہ مرا ہوا پیدا ہو ، اُس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئیے ۔ کیونکہ جب چار کے بعد بچہ میں جان پڑ جاتی ہے ۔ اس کے بعد اگر وہ مرا ہوا پیدا ہو تو وہ میت شمار ہو گا ۔ پس اس کا غسل و نماز جنازہ وغیرہ باقاعدہ ہونا چاہیئے ۔ امام شافعیؒ وغیرہ کا یہی مذہب ہے ۔ اور امام ابن تیمیہؒ مصنف منتقیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے ۔ مگر ترجیح اسی کو ہے کہ جب زندہ باہر نکلے تب نماز جنازہ وغیرہ ہونی چاہیئے ورنہ نہیں چنانچہ اوپر کی روایت سے واضح ہو چکا ہے ۔ تفصیل نیل الاوطار وغیرہ میں ملاحظہ ہو ۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ

۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ ۔ ۲۸ جون ۱۹۳۵ء

تکبیر جنازہ کے ساتھ رفع الیدین

سوال :۔ تکبیر جنازہ کے ساتھ رفع الیدین کرنی چاہیئے یا نہیں ؟

جواب :۔ مغنی ابن قدامہ میں ہے ۔

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ مع التکبیر قال احمد اما انا فاری ان الحدیث یدخل فیہ ھذا کلہ وروی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ

كان يرفع في كل تكبيرة في الجنازة وفي العيد رواه الاثرم ولا يعرف له مخالف في الصحابة انتهى۔

یعنی روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تھے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہر نماز کی تکبیروں کو شامل ہے۔ اور حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ وہ جنازے میں اور ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اس کو اثرم نے روایت کیا ہے۔ اور صحابہ رض سے حضرت عمر رض کا اس مسئلہ میں کوئی خلاف کرنے والا معلوم نہیں۔

حضرت عمرؓ کے اس فعل کو بیہقی نے بھی جلد ۴ ص۲۹۳ میں روایت کیا ہے لیکن اس میں ابن لہیعہ راوی ہے جو ضعیف ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ تکبیرات جنازہ میں رفع الیدین کرنی چاہیے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

بلند آواز سے نماز جنازہ

سوال :۔ جنازہ بلند آواز سے پڑھنا شریعت محمدیہ میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب :۔ جنازہ بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے۔ مسلم جلد اول ص۳۱۱ میں حدیث ہے۔

عوف بن مالکؓ نے بیان کیا۔ صلی رسول الله صلى الله عليه وسلم على جنازة فحفظت من دعائه وهو يقول اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ۔ الخ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری آواز سے جنازہ پڑھا ہے۔ اس کا انکار حدیث کا انکار ہے۔

یوسف ابراہیمی مدرس مدرسہ دارالعلوم امرتسر

بتائید محدث روپڑی رح

غائبانہ جنازہ

سوال :۔ نجاشی رض کے سوا کسی اور شخص کا بھی جنازہ غائب پڑھا گیا ہے؟ اگر پڑھا گیا ہے تو کس شخص کا۔ کیونکہ حضورؐ کے زمانہ میں کئی صحابہ رض بھی تو دیگر ممالک میں فوت ہوئے تھے تو ان کا جنازہ کیوں نہیں

پڑھا گیا۔

فقیر دین امام مسجد اہلحدیث لوہاراں ریاست مالیر کوٹلہ

جواب :۔ جنازہ غائب کی بابت بہت اختلاف ہے۔ حنفیہ وغیرہ کے علاوہ بہت اہل حدیث بھی اس کے قائل نہیں۔ نجاشی رض کی حدیث کی بابت کہتے ہیں کہ وہ غیر ملک میں فوت ہوا۔ اس کے والی وارث کفار تھے۔ ظاہر یہی ہے کہ وہاں اُس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا جنازہ مدینہ میں پڑھا۔ خطابی نے اس کو اختیار کیا ہے۔ اور رویانی نے بھی اس کو پسند کیا ہے۔ ابوداؤد نے اس پر باب باندھا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح اور محقق مقبلی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ اور ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابن ماجہ۔ مسند احمد۔ طیالسی۔ ابن قانع۔ طبرانی۔ ضیا مقدسی میں حذیفہ رض سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا علیہ۔

یعنی تمہارا بھائی تمہاری غیر زمین میں مرگیا۔ اٹھو۔ اس کی نماز جنازہ پڑھو

اس حدیث میں تمہاری غیر زمین میں مرنے کا ذکر اس طرف اشارہ ہے کہ وہاں اس کا جنازہ نہیں ہوا۔ اس لئے تم پڑھو۔ اور فقوموا کی فا بھی اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ فا تفریع کی ہے۔ یعنی غیر ملک میں مرنا یہ اس جنازہ کا سبب اسی بنا پر ہے کہ وہاں جنازہ نہیں ہوا۔

نجاشی کے واقعہ کے تین اور بھی جواب دئے گئے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ آپ کے لئے زمین لپیٹی گئی یہاں تک کہ میت آپ کے سامنے ہوگئی۔ یہ جواب ابن عربی نے مالکیہ سے نقل کیا ہے مگر اس کا ثبوت کوئی نقل نہیں کیا۔

(۲) دوسرا یہ جواب دیا گیا ہے کہ درمیان سے پردہ اٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میت سامنے نظر آگئی۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے شاید اس جواب کی بنا ابن عباس کی اس روایت پر ہو جو واحدی نے اسباب النزول میں بلاسند ذکر کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

کشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰہ وصلی علیہ

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نجاشی رض کی چارپائی سے پردہ دور کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کو دیکھا۔ اور جنازہ پڑھا۔

ابن حبان نے بھی عمران بن حصین رضہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔
اس کے الفاظ یہ ہیں۔

فقاموا وصفوا خلفه وهم لا يظنون الا ان جنازته بين يديه۔

یعنی صحابہ رضہ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھی۔ اور وہ یہی گمان کرتے تھے کہ جنازہ آپ کے سامنے ہے۔

اور ابی عوانہ نے بھی بطریق ابان وغیرہ سے اس نے یحییٰ سے اس قسم کی ایک روایت کی ہے۔
اس کے الفاظ یہ ہیں۔

فصلينا خلفه ونحن لا نرى الا ان الجنازة قدامنا

یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جنازہ پڑھا اور ہم یہی دیکھتے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے۔

(۳) تیسرا جواب نجاشی کے واقعہ کا یہ دیا جاتا ہے کہ یہ نجاشی کا خاصہ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ نجاشی رضہ کے سوا کسی اور کا جنازہ نہیں پڑھا۔ حالانکہ بہت سے صحابہ رضہ مختلف جگہ فوت ہوتے رہے۔ اگر جنازہ غائب عام طور پر جائز ہوتا تو کسی نہ کسی کا ضرور نقل ہوتا لیکن اس پر اعتراض پڑتا ہے کہ معاویہ بن معاویہ لیثی کا جنازہ غائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے وہ مدینہ میں فوت ہوا۔ آپ اُس وقت تبوک میں تھے ابن عبد البر نے اس کو استیعاب میں ذکر کیا ہے۔ نیز عبد البر نے ابو امامہ باہلی سے معاویہ بن مقرن کی بابت اور انس سے معاویہ بن معاویہ مزنی کی بابت اس قسم کی روایتیں کی ہیں۔ پھر کہا ہے کہ ان سب کی سندیں قوی نہیں۔ اور حافظ ابن حجر رحہ نے بھی نجاشی کا خاصہ کہنے والوں پر اعتراض کیا ہے کہ معاویہ بن معاویہ لیثی کا جنازہ آپ نے پڑھا ہے۔ اور مجموعہ طرق کے لحاظ سے اس واقعہ کو قوی بتایا ہے۔ اور ذہبی کہتے ہیں کہ صحابہ رضہ میں معاویہ بن معاویہ ہم کوئی شخص نہیں جانتے۔ اور ابن قیم کہتے ہیں کہ معاویہ بن معاویہ کے جنازہ کی روایت صحیح نہیں۔ اس کی اسناد میں علاء بن یزید راوی ہے جس کی بابت ابن المدینی نے کہا ہے کہ یہ کذاب ہے۔

غرض جنازہ غائب کی بابت اس قسم کے اختلافات ہیں۔ میری کسی طرف تسلی نہیں۔ اس لئے میں نہیں پڑھا کرتا۔ ہاں پڑھنے والوں پر کوئی اعتراض نہیں کرتا کیونکہ معاملہ بین بین ہے۔ اس لئے جو جانب کسی کو راجح معلوم ہو اس پر عمل کر سکتا ہے۔ اور جو کچھ میں نے تفصیل کی ہے۔ یہ نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۵۵ میں موجود ہے

اور دیگر شرح و متون میں بھی اس کی کافی تفصیل ہے مگر خلاصہ سب کا یہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ

۱۶ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ۔ ۱۹ اگست ۱۹۳۵ء

متعدد مرتبہ جنازہ

سوال:۔ اہلحدیث کا معمول ہے کہ اکثر ایک جنازہ متعدد بار پڑھتے ہیں۔ اور احناف اس سے انکار کرتے ہیں بلکہ دوسری مرتبہ جنازہ پڑھنے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرون ثلاثہ میں کسی شخص کا جنازہ دوسری دفعہ نہیں پڑھا گیا۔ اور حضور صلعم کا جنازہ خلافت قائم ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضہ نے پڑھا دیا پھر کسی نے نہیں پڑھا۔ پس یہ دوبارہ جنازہ پڑھنا بدعت ہے۔ لہذا بتایا جائے کہ حضور صلعم کے زمانہ میں کسی کا جنازہ دو یا تین مرتبہ سامنے رکھ کر پڑھا گیا ہو جیسا کہ آج کل اہلحدیث کا معمول ہے کہ جو لوگ جنازہ سے رہ جاتے ہیں وہ فوراً دوبارہ جنازہ پڑھ لیتے ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ حضرت ابوبکر رضہ کے بعد بھی کسی نے پڑھایا ہے یا نہیں؟

(خیر دین امام مسجد اہلحدیث لوہاراں ریاست مالیر کوٹلہ)

جواب:۔ مشکوۃ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا قَالُوا الْبَارِحَةَ قَالَ اَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِيْ قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا اَنْ نُوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابٌّ فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِيْ قَالَ فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهٗ فَقَالَ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِيْ عَلَيْهِمْ۔ متفق علیه ولفظه لمسلم (مشکوۃ باب المشی بالجنازۃ)

یعنی ابن عباس رضؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک (میت کی) قبر کے پاس سے گزرے جو رات کو دفن کی گئی۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ شخص کب دفن کیا گیا۔ صحابہ رضؓ نے کہا۔ آج رات۔ فرمایا مجھے کیوں خبر نہ دی۔ صحابہ رضؓ نے کہا۔ ہم نے اس کو اندھیرے میں دفن کیا آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ پس آپ کھڑے ہوئے اور ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھی پس اس پر نماز پڑھی۔ اور ابُو ہریرہ رضؓ سے ایک روایت ہے۔ ایک حبشیہ یا جوان مرد جو مسجد کو جھاڑو دیتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ پایا ——— تو آپؐ نے اس کی بابت پوچھا۔ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ مر گیا ہے۔ فرمایا مجھے تم نے خبر کیوں نہ دی؟ ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں لوگوں نے گویا اس کا معاملہ چھوٹا سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اس کی قبر بتاؤ انہوں نے قبر بتائی تو آپ نے قبر پر جاکر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر فرمایا کہ قبریں اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں۔ میرے نماز جنازہ پڑھنے سے خدا ان کو روشن کر دیتا ہے۔

اس قسم کی کئی روایتیں آئی ہیں جن میں قبر پر نماز جنازہ کا ذکر ہے۔ اور بعض روایتوں میں مہینہ کی مدت بھی آئی ہے یعنی ایک ماہ بعد قبر پر جنازہ پڑھا (منتقیٰ فتح الباری جزء ۵)

پس جب قبر پر نماز جنازہ ثابت ہوگیا تو جب میت قبر سے باہر ہو اس وقت بطریق اولےٰ ثابت ہوگیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اور دلیل اس کی یہ پیش کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ میرے نماز جنازہ پڑھنے سے خدا ان کی قبروں میں نور کر دیتا ہے مگر یہ ان لوگوں کی ڈبل غلطی ہے۔ یہ تو ایسا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس مسلمان کے جنازہ میں چالیس آدمی توحید والے شریک ہو جائیں خدا ان کی سفارش ان کے حق میں قبول کرے گا (مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ) تو کیا اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ چالیس سے کم جنازہ نہ پڑھیں۔

نیز زکوٰۃ کے بارہ میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خذ من اموالھم صدقۃ۔ ان کے مالوں سے صدقہ لے تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم تاکہ اس صدقہ کے ذریعہ تو ان کا ظاہر و باطن پاک کرے اور ان کے لئے دعا کر بیشک تیری دعا ان کے لئے تسلی ہے۔

تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ زکوٰۃ لینا آپ کا ہی خاصہ ہے کیونکہ آپ کی دعا ان کے لئے تسلی ہے کسی اور کی نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں جو لوگ زکوٰۃ کے منکر ہو گئے تھے۔ انہوں نے بھی یہی آیت پیش کر کے کہا تھا کہ زکوٰۃ کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک تھا۔ اب نہیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے تلوار اٹھائی۔ سو اس قسم کے دلائل سے خاصہ ثابت ہوا نہیں کرتا بلکہ کوئی واضح دلیل چاہیئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صحابہؓ نے بھی نماز جنازہ پڑھی۔ اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ نہیں بلکہ عام ہے۔

اب رہا یہ استدلال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد کسی نے نہیں پڑھا۔ اول تو نہ پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوبارہ جنازہ جائز نہیں۔ کیونکہ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ جب کچھ لوگ پڑھ لیں تو فرض ذمہ سے اتر گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دوبارہ منع ہے۔ جب مذکورہ بالا روایتوں سے دوبارہ ثابت ہو گیا تو جو پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔

دوسرے حضرت ابوبکرؓ کے جنازہ پڑھانے کی روایت قابل استدلال نہیں کیونکہ یہ روایت صحت کو نہیں پہنچی۔ نیل الاوطار میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں امام کون بنایا گیا۔ پس کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر امام تھے۔ یہ روایت ایسی سند سے مروی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ وہ صحیح نہیں۔ اور اس اسناد میں ایک راوی حرام ہے جو بہت ضعیف ہے۔ اور ابن دحیہ کہتے ہیں۔ یہ روایت قطعاً باطل ہے کیونکہ اس کے راوی ضعیف ہیں۔ اور اسناد بھی منقطع ہے۔ یعنی اسناد میں راوی گرا ہوا ہے نیز دحیہ نے کہا ہے کہ بات صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں نے اکیلے اکیلے نماز جنازہ پڑھی ہے۔ امام شافعیؒ نے یہی فیصلہ کیا ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امام نہ بننے کی وجہ آپ کی عظمت اور بزرگی ہے نیز ہر ایک اس چیز کی رغبت رکھتا تھا۔ اس لئے کسی ایک کو امام نہیں بنایا گیا۔ دحیہ کہتے ہیں کہ آپ پر تیس ہزار اشخاص نے نماز پڑھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کی امامت کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ آپ پر کسی نے امامت نہیں کرائی۔ منتقی میں ہے۔

عن ابن عباس قال دخل الناس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسالا یصلون علیہ حتی اذا فرغوا ادخلوا النساء حتی اذا فرغن ادخلوا الصبیان ولم یؤم

الناس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد رواہ ابن ماجۃ۔

یعنی ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگ تھوڑے تھوڑے داخل ہوتے اور نماز جنازہ پڑھتے جب مرد فارغ ہو گئے تو انہوں نے عورتوں کو داخل کیا جب عورتیں فارغ ہو گئیں تو لڑکوں کو داخل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نے امامت نہیں کرائی۔

اس حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی اسناد کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس میں حسین بن عبد اللہ بن ضمیرہ راوی ضعیف ہے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ اس بارہ میں مسند احمد میں بھی روایت ہے ابی عسیب کہتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کو حاضر ہوا، آخر وقت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ پر نماز جنازہ کس طرح پڑھیں، فرمایا تھوڑے تھوڑے داخل ہوئے۔ اس طرح تلخیص میں ہے، جابر اور ابن عباس رض سے طبرانی میں بھی اس طرح مروی ہے۔ اس کی اسناد میں عبد المنعم بن ادریس ایک راوی ہے جو کذاب ہے۔ اور بزار نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعود رض سے مستدرک حاکم میں کمزور اسناد کے ساتھ اور نبیط بن شریط سے بیہقی میں بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور امام مالکؒ نے اس کو بصیغہ بلغنی (مجھے پہنچا) ذکر کیا ہے۔

شمائل ترمذی میں ہے۔

قالوا یا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایصلی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قالوا وکیف قال یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس (باب ما جاء فی وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔)

یعنی لوگوں نے حضرت ابوبکر رض کو کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ فرمایا ہاں۔ لوگوں نے کہا، کس طرح؟ فرمایا ایک قوم داخل ہو تکبیر کہیں، نماز پڑھیں، دعا کریں پھر نکل جائیں یہاں تک کہ اس طرح سارے لوگ داخل ہوں۔

ملا علی قاری حنفی شرح شمائل میں لکھتے ہیں۔ جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں آپ پر کوئی امامت نہ کرائے۔ کیونکہ آپ حین حیات اور حین ممات دونوں حالتوں میں امام ہیں۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح وصیت کی۔

اور اسی وجہ سے آپؐ کے دفن میں تاخیر ہوئی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نماز جنازہ جائز نہیں ورنہ یہ سلسلہ جاری ہو کر آپ کی پوجا تک نوبت نہ پہنچ جائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے متفرق طور سے آپ پر فرشتوں نے نماز پڑھی، پھر آپ کے اہل بیت نے پھر متفرق طور پر لوگوں نے۔ پھر اخیر میں امہات المؤمنین نے۔ شرح مواہب میں خصائص کے بیان میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کی اوپر کی روایتیں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فکان الناس یدخل رسلا فرسلا فیصلون صفا صفا لیس لھم امام رواہ ابن سعد

یعنی تھوڑے تھوڑے لوگ آپ پر داخل ہوتے، پس قطار باندھ کر بغیر امام کے نماز پڑھتے۔ روایت کیا اس کو ابن سعدؒ نے۔

شیخ عبدالرؤف مناوی شرح شمائل میں لکھتے ہیں جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

یعنی حاکم نے مستدرک میں اور بزارؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے اہل کو حضرت عائشہؓ کے گھر میں جمع کیا۔ تو اہل نے کہا آپ پر کون جنازہ پڑھے گا تو فرمایا جب تم مجھے غسل دے کر میری چارپائی پر رکھ تو اندر سے نکل جاؤ۔ کیونکہ پہلے مجھ پر جبرئیلؑ نماز پڑھیں گے پھر میکائیل علیہ السلام پھر اسرافیل علیہ السلام پھر ملک الموت عزرائیل علیہ السلام اپنے لشکر کے، پھر تم فوج فوج داخل ہو کر نماز پڑھو اور سلام بھیجو۔

اس حدیث کے ساری راوی ثقہ ہیں صرف عبدالملک مجہول ہے۔

اس قسم کی روایتیں بے شمار ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کے جنازہ پر امامت نہیں ہوئی بلکہ ویسے ہی تھوڑے تھوڑے داخل ہو کر نماز جنازہ پڑھتے رہے ان کا کوئی امام نہیں تھا۔ اگرچہ ان بعض روایتوں میں کچھ ضعف ہے مگر کثرتِ طرق کی وجہ سے حسن کے درجہ کو پہنچ سکتی ہیں بلکہ شمائل ترمذی حدیث اکیلی ہی حسن کے درجہ کی ہے اور شرح مواہب میں ابن کثیرؒ سے نقل کیا ہے ھذا امر مجمع علیہ۔ یعنی اس پر اجماع ہے۔ پس جب اجماع ہوا تو کوئی شبہ نہ رہا۔

نیل الاوطار جلد ۳ کے صفحہ ۴۲ میں ابن عبدالبرؒ سے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اگرچہ نیل الاوطار میں اس کے بعد ابن وحیہ کا اس پر اعتراض نقل کیا ہے کہ ابن عبدالبر کا اس کو اجماع کہنا صحیح نہیں کیونکہ ابن القصارؒ نے اس پر اختلاف ذکر کیا ہے کہ آپؐ پر نماز جنازہ پڑھی گئی یا صرف دعا کی گئی۔ پھر اکیلے اکیلے پڑھی گئی یا باجماعت۔ لیکن

اس میں شبہ نہیں کہ اختلاف اقل قلیل ہے تقریباً سارے مورخین نے آپ پر نماز جنازہ نقل کی ہے۔ نہ فقط دعا اور نماز جنازہ بھی اکیلے اکیلے بغیر امام کے اور اُوپر کی روایات سے بھی نماز جنازہ ہی ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ تکبیر کا ذکر ہے۔ اور لوگوں کا حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کرنا انصلی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیا آپ پر صلوٰۃ پڑھی جائے؟ اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نماز جنازہ ہی مراد ہے کیونکہ ویسے تو التحیات وغیرہ میں ہمیشہ آپ پر درود پڑھا جاتا ہے یہ کوئی شبہ کی شے نہیں۔ شبہ جنازہ میں ہی ہوسکتا ہے۔ جیسے آپ کے ننگا کرکے غسل دینے میں اور آپ کے مقام دفن میں شبہ ہوا۔ اسی طرح جنازہ میں شبہ ہوا۔ آخر غسل آپ کو کپڑوں سمیت دیا گیا اور دفن آپ وہیں ہوئے اور جنازہ اکیلے اکیلے پڑھا گیا۔

اُوپر کی روایات اور سب مورخین کا اتفاق یہ دونوں مل کر اس بات کا کافی ثبوت ہیں۔ اول تو اُوپر کی روایات ہی کافی تھیں لیکن مورخین کا قریباً اتفاق ان کا مؤید ہوگیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ سے اس بات پر استدلال کرنا کہ متعدد جنازہ جائز نہیں یہ بالکل غلط ہے بلکہ اس واقعہ سے متعدد جنازہ ثابت ہوتے ہیں۔ اور اسی واسطے ابن حجر وغیرہ نے اس واقعہ کو متعدد جنازہ کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ شرح شمائل صفحہ مذکورہ میں ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

قال ابن حجر فيه ان تكرير الصلوة على الميت لا باس بها۔

یعنی اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ میت پر متعدد جنازہ کا کوئی حرج نہیں۔

اگرچہ اس کے بعد ملا علی قاری نے کہا ہے کہ یہ آپ کا خاصہ ہے مگر قبر پر آپ کا جنازہ پڑھنا بتلا رہا ہے کہ خاصہ نہیں۔ ہاں اکیلے اکیلے پڑھنا بے شک خاصہ ہے کیونکہ باوجود جماعت ہوسکنے کے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ نے جماعت کی اجازت نہیں دی۔ اور اکیلے اکیلے پڑھنے کا ارشاد فرمایا بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اخیر وقت اس کی وصیت فرمائی۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ خاصہ ہے۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ

۱۶ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۴ھ - ۱۶ اگست سنہ ۱۹۳۵ء

قبرستان میں جنازہ

سوال:۔ قبرستان میں جنازہ پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب :- عن ابی ھریرۃ ان امراۃ سوداء کانت تقم المسجد او شاب ففقدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسال عنھا او عنہ فقالوا مات قال افلا اذنتمونی قال فکانھم صغروا امرھا او امرہ فقال دلونی علی قبرہ فدلوہ فصلی علیھا (مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ)

یعنی ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک حبشیہ یا جوان مرد مسجد کو جھاڑو دیتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ پایا۔ آپ نے اس کی بابت پوچھا۔ لوگوں نے کہا وہ مرگیا ہے۔ فرمایا مجھے تم نے خبر کیوں نہیں دی۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں لوگوں نے گویا اس کا معاملہ چھوٹا سمجھا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ انہوں نے قبر بتائی تو آپ نے قبر پر جاکر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر فرمایا یہ قبریں اندھیرے سے بھری ہیں میرے نماز جنازہ پڑھنے سے خدا ان کو روشن کر دیتا ہے۔

اس حدیث سے قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوگیا۔

عبد اللہ امرتسری روپڑی

مسجد میں نماز جنازہ

سوال :- کیا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب :- مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا حنفیہ منع کہتے ہیں۔ اہل حدیث کے نزدیک جائز ہے۔ راجح یہی ہے۔ کیونکہ سہل رضہ اور سہیل رضہ کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پڑھا ہے اور کوئی صحیح روایت اس کے خلاف نہیں آئی۔ (عون المعبود شرح ابی داؤد جلد ۳)

عبد اللہ امرتسری از روپڑ

۲ رمضان ۱۳۵۴ھ - ۲۹ نومبر ۱۹۳۵ء

میت کو دفن کرکے قبر پر دعا کرنا

سوال :- میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے ثابت ہے یا نہیں؟ (تاج الدین موضع بڈھا گورایہ ضلع گوجرانوالہ)

جواب: میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنے کی حدیث مشکوٰۃ وغیرہ میں موجود ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ۔

(مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر)

یعنی حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دفن میت سے فارغ ہو کر قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے دعا بخشش کرو۔ اور اس کے لئے بارگاہ ایزدی میں ثابت قدمی کی درخواست کرو۔ وہ اس وقت سوال کیا جاتا ہے۔

لیکن عام طور پر لوگ دعا اس کو سمجھتے ہیں جس میں ہاتھ اٹھائے جائیں۔ حالانکہ دعا ہاتھ اٹھائے اور بغیر ہاتھ اٹھائے دونوں صورتوں میں ہوتی ہے۔ مثلاً نماز کے اندر۔ سجدہ میں اور بین السجدتین اور بعض دفعہ قیام میں بلا ہاتھ اٹھائے دعا ہوتی ہے۔ اس طرح قبر پر اختیار ہے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے یا بغیر ہاتھ اٹھائے ہاں ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے اس لئے اٹھانا بہتر ہے مگر لازم نہ سمجھے۔ اور اگر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے تو اس پر اعتراض نہ کرے جیسے فرضوں کے بعد کی دعا میں کوئی ہاتھ نہ اٹھائے تو ناواقف لوگ اعتراض کرتے ہیں

عبداللہ امرتسری روپڑی

۴ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

لحد کو کچی اینٹوں یا پکے برتنوں سے بند کرنا

سوال: میت کو لحد میں رکھ کر بجائے کچی اینٹوں کے لحد کو مٹی کے پکے ہوئے برتنوں سے بند کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: چونکہ انسان کچی مٹی سے پیدا ہوا ہے اس لئے لحد میں اور قبر پر پختہ اینٹیں نہ لگائی جائیں قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى۔

یعنی ہم نے مٹی سے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں نکالیں گے

اسی لئے دفن کے وقت یہ آیت پڑھی جاتی ہے پس لحد کو کچے برتنوں سے بند کرنا ناجائز ہے۔

عبداللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ

۲۶ محرم ۱۳۵۶ھ - ۹ اپریل ۱۹۳۷ء

میّت کو نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا

سوال :۔ چوہدری صاحب فوت ہو گئے ہیں، ان کی وصیت کے مطابق ان کو ایسی جگہ دفن کیا گیا ہے کہ وہ جگہ قبرستان سے علیحدہ ہے، بلکہ ان کے مہمان خانہ کے پاس ایک کونہ میں جگہ ہے۔ صندوق میں بند کر کے ان کو دفن کیا گیا ہے، اب ہمارا ارادہ ہے کہ مرحوم کو اس جگہ سے نکال کر مسجد کے قریب دفن کریں تاکہ وہاں پر ہر نمازی مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کیا جب صندوق نکالیں تو میّت کو دوبارہ غسل دیں یا اس طرح بند کا بند دوسری قبر میں دفن کر دیں۔

جواب :۔ بہتر تو یہی ہے کہ جس طرح مرحوم سپردِ خاک ہو گئے ہیں اسی طرح رہنے دیں جن کو مرحوم کے ساتھ ہمدردی ہے ان کی دعائیں دور سے بھی پہنچیں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جہاں کوئی ہو اس کا درود مجھے پہنچتا ہے۔ دعا اور درود کا ایک ہی حکم ہے۔ ہاں اگر نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیئے جائیں تو گنجائش ہے۔ حضرت جابرؓ کے والد عبداللہؓ جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ اور ایک دوسرے شخص کے ساتھ دفن کئے گئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ میرا دل برداشت نہ کر سکا کہ میرے والد دوسرے کے ساتھ دفن رہیں۔ تقریباً چھ ماہ بعد نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیئے۔ ان کی لاش اسی طرح صحیح وسالم تھی صرف کان میں ذرا سا اثر تھا۔ یہ حدیث بخاری شریف کتاب الجنائز میں ہے۔ اس سے گنجائش ملتی ہے کہ میت دوسری جگہ دفن کر دی جائے مگر ایک خطرہ ہے کہ کہیں میت پھٹ نہ گئی ہو۔

صندوق میں دفن کرنے کا رواج ٹھیک نہیں، مسنون طریقہ خیر قرون میں براہ راست مٹی میں دفن کرنے کا تھا۔ خیر ہو چکا سو ہو چکا آئندہ محتاط رہنا چاہیئے۔

غسل، کفن، جنازہ کی دوبارہ ضرورت نہیں، چنانچہ جابرؓ وغیرہ کی روایت وغیرہ میں دوبارہ کفن

وغیرہ کا ذکر نہیں۔ ہاں اگر کفن میٹی نے کھالیا ہو تو صرف کفن دوبارہ ضروری ہے۔ غسل جنازہ ضروری نہیں۔ اگر کوئی غسل دے دے تو منع بھی نہیں۔ اسی طرح جنازہ کا حکم ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۵ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ ۔ ۱۵ نومبر ۱۹۶۰ء

ماتم پرسی کے وقت فاتحہ خوانی

سوال :۔ کسی کے مرجانے کے بعد جو دعا، فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور ماتم پرسان ماتم والے کے گھر جا کر دعا یا فاتحہ پڑھ کر اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے اور مردہ کی روح کو ثواب بخشتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں۔

عبداللہ گوجر

جواب :۔ مسند احمد میں جریر بن عبداللہ بجلی سے روایت ہے۔

كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام بعد دفنه من النياحة

یعنی اہل میت کی طرف جمع ہونا نیز کھانا تیار کرنا ہم نوحہ سمجھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل میت کے گھر میں جمع ہونا نوحہ یعنی رونے پیٹنے میں داخل ہے۔ نیز پہلے روز یا تیسرے روز یا ساتویں روز یا چالیسویں روز یا ششماہی یا سالانہ جو کھانا پکتا ہے یہ بھی نوحہ میں داخل ہے اور ابوداؤد میں حدیث ہے۔

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم النائحة والمستمعة

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت کی ہے

اب جو لوگ اہل میت کے گھر میں صبح و شام یا تیسرے روز یا کسی اور دن میں ماتم پرسی یا فاتحہ کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ ان کو اس بات سے توبہ کرنی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کر ان کا یہ فعل نوحہ میں داخل ہو کر لعنت کا باعث ہو جائے۔ ثواب حاصل کرتے کرتے عذاب میں گرفتار ہو جائیں اور آیت کریمہ یحسبون انهم يحسنون صنعا کے نیچے آجائیں۔ یعنی سب سے زیادہ ٹوٹے والے ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اس قسم کی فاتحہ خوانی کا کوئی ثبوت نہیں۔ نہ خیر قرون میں یہ کام ہوا۔ پس یہ بدعت ہوا اور حدیث میں ہے كل بدعة ضلالة

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲ شعبان ۱۳۸۰ھ ۳۰ جنوری ۱۹۶۱ء

منہدم قبر کی مرمت

سوال:۔ قبر اگر گر جائے تو اور مٹی ڈال کر درست کر دینی چاہیئے یا نہیں اور کچی مٹی سے لیپ دینی چاہیئے یا نہیں۔

جواب:۔ بظاہر اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا کیونکہ لحد پر جو اینٹیں چنی جاتی ہیں وہ زائد مٹی ہوتی ہے جو قبر کی مٹی کے علاوہ ہے۔ باقی لپائی کی بجائے مسنون طریقہ چھڑکاؤ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ بس اس پر اکتفا کرنی چاہیئے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی لاہور ۲ شعبان ۱۳۸۰ھ

خسف شدہ بستی میں دفن کا حکم

سوال:۔ خسف شدہ بستی جو کہ بصورت ٹیلہ اونچا ن موجود ہو وہاں گورستان بنانا جائز ہے۔

جواب:۔ جہاں ثمود ہلاک ہوئے وہاں سے جلدی گزر جانے کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بیان کی ہے کہ کہیں تمہیں بھی وہ عذاب نہ پہنچے جو ان کو پہنچا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسی جگہ غضب الہٰی کی جگہ ہے۔ پس ان میں دفن کرنا ٹھیک نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

قبر پر قرآن مجید پڑھنا اور مزار پر نذر و نیاز چڑھانا

سوال:۔ کیا مزار پر نذر نیاز چڑھانا اور قبر پر قرآن مجید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نذر نیاز قبر پر چڑھانا اور اس کا کھانا حرام ہے۔ خواہ میوہ ہو یا کوئی اور شے۔ قرآن مجید میں ہے وما اهل به لغیر الله۔ جو غیر اللہ کی تعظیم کے لئے نامزد کی جائے وہ حرام ہے۔

قبر پر قرآن مجید پڑھنا

رہا قرآن مجید قبر پر پڑھنا سو اس کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت۔ ایک یہ کہ جیسے آج کل رواج ہے کہ قبر پر مجاور بن کر پڑھتے ہیں۔ نیز سال کے بعد

عرس کرتے ہیں، دُور دراز سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور قرآن مجید پڑھتے ہیں اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اور حدیث میں ہے۔

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو ردٌ (مشکوٰۃ باب الاعتصام)

یعنی جو شخص ہمارے دین میں نئی بات پیدا کرے جو اس سے نہیں وہ مردود ہے

دُوسری صُورت

یہ ہے کہ کوئی خاص طریق مقرر نہ کرے بلکہ جب اتفاق پڑے عام طور پر قبروں کی زیارت کرے اور اس وقت قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخش دے۔ اس میں اختلاف ہے۔ امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہ وغیرہ اس کے قائل ہیں۔ امام شافعی رہ اور امام مالکؒ اس کے قائل نہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بحوالہ شرح الصدور سیوطیؒ نے لکھا ہے۔

اختلف فی وصول ثواب القرآن للمیت فجمھور السلف والائمة الثلاثة علی الوصول وخالف فی ذالك امامنا الشافعی رح (مرقاۃ جلد ۲ ص ۳۸۲)

یعنی میت کو قرآن مجید کا ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے۔ جمہور سلف اور تین امام پہنچنے کے قائل ہیں۔ لیکن ہمارے امام شافعیؒ اس کے قائل نہیں۔

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے۔

اختلف العلماء فی العبادات البدنیة کالصوم والصلوٰۃ وقراءۃ القرآن والذکر فذھب ابوحنیفة وجمھور السلف الی وصولھا والمشھور من مذھب الشافعیؒ ومالك عدم وصولھا۔

یعنی عبادات بدنیہ کے ثواب پہنچنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رہ اور جمہور سلفؒ پہنچنے کی طرف گئے ہیں۔ اور امام شافعی رہ اور امام مالکؒ کے مذہب میں نہ پہنچنا مشہور ہے۔

ان عبارتوں میں امام احمد رہ اور امام ابوحنیفہ رہ اور جمہور رہ کا مذہب ثواب کا پہنچنا تبلایا ہے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مذہب نہ پہنچنا بتایا ہے۔ اور امام مالکؒ کے دو قول نقل کئے ہیں۔ پہلی عبارت میں پہنچنے کا ذکر کیا ہے۔ دوسری میں نہ پہنچنے کا۔ امام احمد رہ اور امام ابوحنیفہ کے موافق بعض احادیث بھی آئی ہیں۔

اوّل حدیث:۔ ابو محمد سمرقندی رہ نے فضائل قل ھو اللہ احد میں حضرت علی رضہ سے مرفوع

روایت کیا ہے کہ جو شخص قبروں کے پاس سے گزرے اور قل ھو اللہ گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخش دے تو مُردوں کی گنتی کے برابر اس کو ثواب دیا جائے گا۔

دوم احادیث ۔ ابو القاسم سعد بن زنجانی رحمۃ نے اپنے فوائد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں جائے۔ پھر سورہ فاتحہ قل ھو اللہ احد اور الھاکم التکاثر پڑھ کر کہے کہ یا اللہ! میں نے جو تیرا کلام پڑھا ہے۔ اس کا ثواب اس قبرستان کے مومن اور مسلمان مُردوں کو بخش دیا۔ تو وہ مُردے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کی سفارش کریں گے۔

سوم حدیث ۔ عبدالعزیز خلال کے شاگرد نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو۔ پھر سورۃ یٰس پڑھے تو اللہ تعالیٰ مردوں پر تخفیف کرتا ہے اور مُردوں کی تعداد کے برابر اس کو نیکیاں ملتی ہیں۔

چہارم حدیث ۔ قرطبیؒ نے اپنے تذکرہ میں حضرت انسؓ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ جب کوئی مومن آیت الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب کی ہر قبر میں نور داخل کرتا ہے اور اُن کی خوابگاہ کو وسیع کرتا ہے۔ اور پڑھنے والے کو ساٹھ نبی کا ثواب دیتا ہے۔ اور ہر میت کے مقابلہ میں اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔ اور ہر میت کے مقابلہ میں اس کے واسطے دس نیکیاں لکھتا ہے۔

پنجم حدیث ۔ دار قطنی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کے ساتھ ان کی زندگی میں نیکی کیا کرتا تھا۔ اُن کے مرنے کے بعد ان سے کس طرح نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا۔ مرنے کے بعد یہ نیکی ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے واسطے بھی نماز پڑھ اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے بھی روزہ رکھ۔

تبصرہ

پہلی چار حدیثوں میں قرآن مجید کے ثواب پہنچنے کا ذکر ہے۔ اور پانچویں میں دیگر بدنی عبادات (نماز، روزہ) کے ثواب پہنچنے کا بیان ہے۔ بعض اور روایات بھی آئی ہیں مگر سب ضعیف ہیں صحیح کوئی نہیں ہے۔

امام نوویؒ نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد مروزی رحمۃ نے کہا ہے۔ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا ہے فرماتے تھے۔ جب تم لوگ قبرستان میں جاؤ۔ تو سورہ فاتحہ۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس اور قل ھو اللہ احد پڑھو۔ اور اس کا ثواب مُردوں کو بخشو۔ مُردوں کو ثواب پہنچے گا۔

امام سیوطیؒ نے قراءت قرآن کی روایتیں ذکر کر کے لکھا ہے۔ اگرچہ یہ ضعیف ہیں۔ لیکن ان کا مجموعہ بتاتا

ہے کہ ان کی کچھ اصل ہے۔

امام سیوطیؒ نے ان کے مجموعہ پر حسن یا صحیح ہونے کا حکم اس لئے نہیں لگایا کہ ان میں ضعف زیادہ ہے اگر ضعف تھوڑا ہوتا تو مجموعہ مل کر حسن یا صحیح کے درجہ کو پہنچ جاتا خیر ان پر عمل سے روکا نہیں جاتا خاص کر جب کہ امام بھی اس طرف گئے ہیں، چنانچہ اوپر امام احمد بن حنبل رہ وغیرہ سے نقل ہو چکا ہے۔

مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ اس میں دفن کے وقت سر کی طرف شروع آیات سورہ بقرہ اور پاؤں کی طرف اخیر آیات بقرہ کی پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ اگرچہ یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ مگر مذکورہ بالا روایات کی مؤید ہے بہر صورت عمل میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ فضائل اعمال میں ضعیف بھی معتبر ہے مگر عمل کا کوئی طریق اپنی طرف سے مقرر نہ کرنا چاہیئے۔ جیسے آج کل مروج ہے کہ قبروں پر مجاور بن کر یا گھروں میں یا مسجدوں میں حلقے باندھ کر پیسوں یا بغیر پیسوں کے پڑھا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت نہیں۔ خاص کر پیسے لے کر ختم کرنا اور اس کا ثواب پہنچانا یہ کسی کا مذہب نہیں بلکہ یہ پیٹ کے بندوں کا اختراع ہے۔ نہیں تو دوسرے کو اس سے کیا فائدہ؟ بلکہ اس طرح پیسے لینے دینے گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ نے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے پناہ مانگی ہے۔ جو تراویح میں پیسے لے کر سنا تا ہے۔ اور حسن بصری رہ فرماتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی۔ اور عبداللہ بن مبارک رہ سے بھی اس کے قریب مروی ہے۔ ملاحظہ ہو قیام اللیل ص۱۰۳۔

غرض مروجہ طریق ایصال ثواب کا طریق نہیں۔ ایصال ثواب کی اگر کوئی صورت ہو سکتی ہے تو صرف وہی ہو سکتی ہے۔ جس کا ذکر بعض روایات میں آیا ہے۔ جیسے اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۲ شعبان ۱۳۶۹ھ

درود شریف

سوال:۔ جب درود شریف پڑھا جاتا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص آپ کی قبر شریف کے پاس خود سنتے ہیں؟ اگر نہیں سنتے تو کیسے سنتے ہیں؟

جواب:۔ یہ حدیث صحیح نہیں۔ ملاحظہ ہو ابن کثیر زیر آیت کریمہ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی۔ پ ۲۲ ج ۳ ص۱۳ ضعیف حدیث مسائل اعتقادیہ میں معتبر نہیں ہوتی۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

شہداء کی زندگی

سوال :۔ جب شہید زندہ ہیں تو اُن کے زندہ ہونے کی کیا نوعیت ہے ؟

جواب :۔ شہداء کی زندگی کی نوعیت حدیث میں ہے کہ پرندوں کی شکل میں ان کے ارواح جسموں میں داخل کئے جاتے ہیں ۔ اور وہ جنت کی سیر کرتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں ۔

عبداللہ امرتسری روپڑی جامعہ اہلحدیث لاہور

۵ ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ ۔ ۱۹ اپریل ۱۹۶۳ء

قبر میں سوال جواب کی کیفیت

سوال :۔ کیا قبر میں سوال وجواب کے وقت آں حضرتؐ کا وجود مبارک میت کے سامنے ہوتا ہے ؟ اِس سوال کی تفصیل یہ ہے کہ قبر میں میت سے یہ سوال کیا جاتا ہے مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْكُمْ یہ شخص جو تم میں مبعوث ہوا ہے وہ کیا ہے ؟ وہ جواب دیتی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ یعنی محمد اللہ کا رسُول ہے ۔ یہ حدیث پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردہ کے سامنے لائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے ما هذا الرجل الذی بعث فیکم کیونکہ لفظ ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرتؐ وہاں موجود ہوتے ہیں ۔ اور اگر اس لفظ ہذا کا کوئی دوسرا معنی ہے تو وہ بیان فرما دیجئے ۔

(اے ۔ ای ۔ پٹیل   از جوہانسبرگ افریقہ)

جواب ۔ اس سوال کا جواب مولوی محمد ثناء اللہ سیالکوٹی نے یہ دیا ہے ۔

لفظ ہذا اس مذکر موجود شے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے موضوع ہے جو قریب ہو ۔ عام اس سے کہ مذکر حقیقی ہو یا حکمی اور موجود خارجی ہو یا ذہنی ۔ روایت مذکورہ فی السوال نیز دیگر روایات مختلفہ فی الباب کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں اور پھر اشارہ کر کے کہا جاتا ہے : اگر بندہ مومن ہے تو تمام اوصاف کو سن کر جواب دے گا ۔ عبد اللہ و رسولہ ۔ پس لفظ ہذا سے مراد نبی کریم صلعم ہیں ۔ اور بعضوں نے روایت مذکورہ فی السوال کی بنا پر یہ بھی کہا ہے کہ ممکن ہے کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک

مکشوف ہوتا ہے اور مکشوف ہونے کے بعد کہا جاتا ہو ما تقول فی ھذا الرجل مگر اس بارہ میں کوئی صریح روایت نہیں۔ لی و ھذہ بشارۃ عظمی للمومن وما ذالک علی اللہ بعزیز واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ ۲۹ ۵/۴

حدیث شریف میں ہذا کے ساتھ الذی بعث بھی آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول مبعوث سے سوال ہوتا ہے۔ یعنی جو شخص تم میں رسول کر کے بھیجا گیا تھا۔ اس کو کیا کہتے ہو۔ ھذا کے ساتھ جب الذی آئے تو وہاں موجود مراد نہیں ہوتا مگر موصول مع صلہ کی طرف کلام کا رخ ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔ من ھذا الذی ھو جند لکم اسی قسم سے ہے جن لوگوں نے کہا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل کھائی جاتی ہے۔ یہ ان کا اپنا خیال ہے جس کے ذمہ وار وہی ہیں۔

اس کا فیصلہ آپ فرمائیے۔ (اے۔ای۔ پٹیل)

جواب:۔ ھذا کی وضع محسوس مبصر مذکر کے لئے ہے جو قریب ہو۔ یہ اس کا حقیقی معنی ہے۔ اس معنی کی بنا پر ترجیح اسی کو ہے کہ میت کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے اور میت کو آپ کا وجود باجود قریب نظر آنے لگتا ہے۔ پھر "ہذا" کے ساتھ سوال ہوتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ مکشوف ہونے پر کوئی دلیل نہیں یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ دلیل یہی ہذا کا لفظ ہے۔ جب اس کا حقیقی معنی یہی ہے تو مکشوف ماننا پڑے گا تاکہ حقیقی معنی بن سکے کیونکہ حقیقی معنی مقدم ہے۔ جب تک حقیقی معنی بن سکے مجازی نہیں لیا جا سکتا اور یہ کہنا کہ جب ہذا کے ساتھ الذی ہو تو کلام کا رخ موصول مع صلہ کی طرف ہوتا ہے۔ یہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَھٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۔ ؎

اے محمد! کفار جب تجھے دیکھتے ہیں تو مذاق سے کہتے ہیں۔ کیا یہ وہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کرتا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہے۔ پھر الذی بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ موصول میں ضروری نہیں کہ کلام کا رخ موصول مع صلہ کی طرف ہو۔ ہاں اگر خارجی دلیل سے ثابت ہو کہ شے سامنے نہیں تو اس صورت میں کلام کا رخ صلہ کی طرف ہو سکتا ہے۔ جیسے آیت کریمہ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ میں ایسا ہی ہے۔ چونکہ خدا کی ذات دنیا میں کسی کے سامنے نہیں اور نہ کوئی خدا

کی ذات کو دنیا میں دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے فرمایا لن ترانی (پ۹) یعنی اے موسیٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھے گا۔ اس لئے اس آیت میں ہذا کا رُخ موصول مع صلہ کی طرف ہے۔ اور حدیث ھذا الذی بعث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت سے کوئی مانع نہیں۔ درمیان سے پردہ مکشوف ہو کر رویت ہو سکتی ہے۔ پس اس میں کلام کا رُخ موصول مع صلہ کی طرف نہیں ہو سکتا۔

اِس کے علاوہ الذی بعث کے یہ معنی کرنے کہ "جو تم میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے" یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ جواب کی عبارت ہے "وہ خدا کا رسول ہے" تو جواب فضول گیا اس لئے الذی بعث کے معنی جو تم میں رسول بنا کر بھیجا گیا نہ کرنے چاہئیں بلکہ اس کے معنی "جو تم میں اٹھایا گیا یا پیدا کیا گیا" کئے جائیں۔ شاید کہا جائے کہ پہلے معنی (جو تم میں رسول بنا کر بھیجا گیا) لینے کی صورت میں یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ جو تم میں رسول بنا کر بھیجا گیا۔ کیا تم اس کو رسول مانتے ہو۔ مومن جواب دے گا کہ وہ خدا کا رسول ہے۔ اور کافر کوئی جواب نہیں دے گا اور یہ مطلب صحیح ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کیا کافر اس لئے جواب نہیں دے گا کہ اس کو جواب کا علم نہیں ہوگا یا اس لئے جواب نہیں دے گا کہ وہ انکار پر اُڑ جائے گا۔

پہلی صورت تو ٹھیک نہیں کیونکہ سوال سے اس کو علم ہو چکا ہے کہ وہ خدا کا رسول ہے تو پھر یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ جواب کا اس کو علم نہیں۔ اور دوسری صورت بھی ٹھیک نہیں کیونکہ عذاب کے وقت اڑنے کیسا! نیز احادیث میں صاف آیا ہے کہ کافر کہے گا ھا ہ ھا ہ لا ادری۔ یعنی ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں۔ یہ بے علمی کا اظہار بتا رہا ہے کہ پہلے معنی (جو تم میں رسول بنا کر بھیجا) ٹھیک نہیں۔ اگر کہا جائے کہ کشوف مراد لینا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود کرنا تو مفید ہو سکتا ہے کیونکہ وہ پہچان سکتے ہیں جنہوں نے نہیں دیکھا ان کے سامنے آپ کا وجود کرنا کیا فائدہ؟ نیز جن کافروں نے آپ کو دیکھا ہوا ہے جیسے ابوجہل وغیرہ تو وہ پہچان کر کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا کا رسول ہے۔ ان کے ہاہ۔ ہاہ لا ادری کہنے کا کیا معنی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ خدا کا رسول ہے۔ کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ مومن جب کہے گا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں تو منکر نکیر کہیں گے تجھے کس طرح معلوم ہوا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں تو وہ جواب میں کہے گا کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ پس ان پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی یعنی اللہ کی کتاب میں جو ان کے اوصاف یا ان کا حلیہ

بتایا گیا ہے۔ اسے دیکھ کر مومن فراستِ ایمانی سے اندازہ کرے گا کہ یہ وہی رسول ہیں جن پر میں ایمان لایا ہوں سب کفار جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک سے واقف ہیں آپ کی رسالت سے واقف نہیں کیونکہ ان کو ایمان نہیں۔ اگر بالفرض وہ دنیا میں رسالت سے واقف بھی ہوں تو بھی ایمان نہ لانے کی وجہ سے ناواقفوں میں آ گئے ہیں۔ پس ترجیح اسی کو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکشوف ہو کر سامنے ہوتے ہوں۔

عبد اللہ امرتسری از روپڑ ضلع انبالہ

تعاقب

مولوی عبد الجلیل سامرودی نے اخبار محمدی دہلی اور اہلِ سنّت والجماعت امرتسر میں محدث روپڑی کے فتوی پر تعاقب کیا جو حسب ذیل ہے۔

آپ نے اپنی تحقیق کا نتیجہ یہ ظاہر فرمایا کہ پس ترجیح اسی کو ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکشوف ہو کر سامنے ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ موصوف ایک امر موہوم کو ترجیح دے رہے ہیں۔ اگر کتب احادیث کو کھول کر ملاحظہ فرماتے تو اس ترجیح کو مرجوح قرار دیتے۔ دیکھیے صحیح البخاری "باب المیت یسمع خفق النعال" میں بروایت انسؓ ملاحظہ ہو بلفظ فيقولان له ما كنت تقول فى هذا الرجل محمد صلى الله عليه وسلم لفظ باب عذاب القبر (فى هذا الرجل) لمحمد صلى الله عليه وسلم۔ اسی حضرت انسؓ کی روایت سے ابن مردویہ نے بلفظ فى هذا الرجل الذى كان بين اظهركم الذى يقال له محمد كما فى شرح الصدور ص۵۳ الدر المنثور ص۸۳ جلد ۴۔ مسند احمد میں حضرت اسماءؓ سے ص۳۵۳ جلد ۶ میں بلفظ ما تقول فى هذا الرجل قال اى رجل قال محمد نیز دیکھو شرح الصدور ص۵۵ کتاب الروح ص۶۷ الدر المنثور ص۹۵ ج ۴ طبرانی کبیر کے لفظ فيقال له رجل يقال له محمد ما هو انتهى دیکھو کنز العمال ص۹۵ ج ۸ ابن کثیر ص۹۵ ج ۵ میں بروایت ابن جریر ابوہریرہ سے اور خود ابن جریر ص۱۴۳ ج ۱۳ مستدرک حاکم ص۳۸۰ ج ۱۔ بلفظ ارأيت هذا الرجل الذى كان فيكم ما تقول فيه وما تشهد به عليه فيقول امحمد فيقال له نعم الخ لفظ مستدرک فيقول اى رجل فيقولون الرجل الذى كان فيكم قال فلا يهتدى فيقولون محمد الحديث۔ یہ روایتیں ببانگ دہل بتلا رہی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر میں مکشوف ہو کر سامنے ہونا کسی اجنبی کا منقول ہے۔ محدثین کا ہرگز اعتقاد نہیں۔ آپ کا بذات خود مکشوف ہو کر سامنے ہونا

لغو محض ہے۔ اگر کوئی نص نبوی سے بالتنصیص ثابت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود مکشوف ہو کر سامنے ہوتے ہیں تو مع حوالہ کتاب ظاہر فرمائیں۔ ورنہ اس خیال شنیع سے رجوع فرمائیں۔

(ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی محمدی ۱۵ دسمبر ۳۵ء واہل سنت والجماعت ۱۶ دسمبر ۳۵ء)

جواب

مذہب اہلحدیث وہی ہے جو حدیث سے سمجھا جائے۔ اور حدیث سے ترجیح اُسی کو ثابت ہوتی ہے جو ہم لکھ چکے ہیں کیونکہ ہذا کا لفظ اس بارہ میں صاف ہے۔

مولوی عبد الجلیل کے پیش کردہ دلائل ہمارے مؤید ہیں، کیونکہ سب میں ہذا کا لفظ موجود ہے۔ صرف ایک میں نہیں، سو وہ سوال کی الگ صورت ہے۔ ہماری بحث صرف اس سوال میں ہے جو ھذا کے ساتھ ہے، شاید مولوی عبد الجلیل نے خیال کیا ہوگا کہ قبر میں سوال سب سے ایک طرز پر ہوتا ہے۔ اگر یہ خیال ہو تو اور ڈبل غلطی ہے۔ کیونکہ احادیث میں سوال کی چار صورتیں آئی ہیں۔ ایک ھذا الرجل (معرفہ) کے ساتھ خواہ اس کے ساتھ آپ کا نام یا کوئی صفت ہو یا نہ۔ دوم رجل (نکرہ) کے ساتھ اس میں نام صفت کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے رجل یقال لہ محمد ما ھو۔ سوم مَن کے ساتھ جیسے مَنْ نَبِیُّکَ میا مَنِ الرَّسُوْلُ الَّذِیْ بعث الیکم چہارم۔ شہادت کے ساتھ جیسے ماشھادتک۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص۱۹۵۔ ص۲۰۴۔

آخر الذکر تین سوالوں سے تو ہماری بحث نہیں کیونکہ ان میں سوال ہی ایسی طرز کے ساتھ ہے جس کا کشف سے کوئی تعلق نہیں۔ صرف پہلے سوال سے بحث ہے۔ اس میں کشف ہے یا نہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ کشف ہوتا ہے کیونکہ لفظ ہذا اسی کو چاہتا ہے۔ اس سوال میں کئی طرح کے الفاظ آئے ہیں، بعض سوال میں محمد کا لفظ ہے، چنانچہ مولوی عبد الجلیل کی پیش کردہ عبارات سے پہلی اور تیسری عبارات میں ہے اور بعض میں نہیں، چنانچہ مولوی عبد الجلیل کی پیش کردہ عبارات سے دوسری اور چھٹی عبارت میں نہیں۔ چھٹی میں تو ظاہر ہے کیونکہ اگر سوال میں لفظ محمد ہوتا تو میت اَمُحَمَّدٌ یا اَیُّ رَجُلٍ کے ساتھ سوال کیوں کرتی، اور دوسری عبارت میں فی ھذا الرجل لمحمد ہے۔ یعنی منکر نکیر ھذا الرجل سے محمد کی طرف اشارہ کرتے ہیں پس لمحمد منکر نکیر کے سوال میں نہیں بلکہ منکر نکیر کے سوال میں ھذا الرجل کا مشار الیہ بتلایا گیا ہے۔ خواہ بتلانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا کوئی راوی ہو۔

تفسیر ابن کثیر میں مومن کے سوال میں لکھا ہے۔ ما تقول فی ھذا الرجل یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال محمد۔ یعنی اس شخص کے حق میں تو کیا کہتا ہے۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ مردہ کہتا ہے۔ کون؟ فرشتہ کہتا ہے۔ محمد!

فاجر یا کافر کے سوال میں لکھا ہے۔ ما تقول فی ھذا الرجل قال ای رجل قال محمد یعنی اس شخص کے حق میں تو کیا کہتا ہے۔ مردہ کہتا ہے کونسا شخص۔ فرشتہ کہتا ہے محمد۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹۔

ان مختلف الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک مکشوف ہو کر سامنے ہوتا ہے تو بعض میتیں تو صرف چہرہ ہی کو دیکھ کر معلوم کر لیتی ہیں کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور بعض میتوں کو اس میں تردد رہتا ہے تو وہ امحمد یا ای رجل کہہ کر سوال کرتی ہیں۔ یعنی کیا یہ محمد ہے یا یہ کونسا آدمی ہے۔ فرشتے اس کے جواب میں نعم کہتے ہیں یا محمد کہتے ہیں۔ یعنی ہاں یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بہر صورت یہ تمام الفاظ ہمارے مؤید ہیں۔ کیونکہ ان میں نہی ھذا کا لفظ ہے۔ اور میت کا امحمد یا ای رجل کے ساتھ سوال کرنا یہ بھی ہمارا مؤید ہے۔ کیونکہ یہ پورا جملہ نہیں۔ اس کے آگے پیچھے کچھ عبارت مقدر ہے۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ ہذا مقدر ہو۔ کیونکہ اس سے پہلے منکر نکیر کے سوال میں ہذا ہے۔ اس بنا پر پہلے سوال کی عبارت یوں ہوگی اھذا محمد یا محمد ھذا۔ یعنی کیا یہ محمد ہے یا کیا محمد ہے یہ؟ اور دوسرے سوال کی اصل عبارت یوں ہوئی۔ ای رجل ھذا۔ یعنی یہ رجل کونسا ہے۔ گویا ان سوالوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی میت کے سامنے ہوتا ہے۔ اس کی طرف وہ اشارہ کر کے سوال کرتی ہے۔

ناظرین خیال فرمائیں کہ جن دلائل کو مولوی عبد الجلیل ہمارے مقابلہ میں پیش کر رہے ہیں وہ دراصل ہمیں مفید ہیں۔ مگر مولوی عبد الجلیل غلط فہمی سے ان کے اہلحدیث کا مسلک نہیں سمجھتے۔ خدا ایسی غلط فہمی سے بچائے اور عبارات میں غور و تدبر کی توفیق بخشے۔ آمین

(عبد اللہ امرتسری مقیم روپڑ ضلع انبالہ مدیر تنظیم)

تعاقب

مولوی عبد الجلیل نے محدث روپڑی کے اس جواب پر حسب ذیل تعاقب کیا ہے۔

کہ اگر وفات کے بعد مکشوف کا مسئلہ صحیح ہے تو آن واحد میں بے حساب سے سوال ہوتا ہے تو آپ کی ذات کو تو اس حاضری سے فرصت نہ ملتی ہوگی۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا۔ انی سائل ھذا عن ھذا الرجل۔ آپ تو ہرقل کے پاس بھی کشوف کئے ہوں گے۔ کیونکہ ھذا الرجل حاضر کے لئے ہوتا ہے۔

ابن مردویہ والی حدیث میں موجود ہے ما کنت تقول فی ھذا الرجل الذی کان بین اظھرکم الذی یقال لہ محمد۔ بلکہ حاکم صفحہ ۳ جلد ۱ کی روایت فیقال لہ ما تقول فی ھذا الرجل الذی کان فیکم وما تشھد بہ علیہ فیقول ای رجل فیقولون الرجل الذی کان فیکم قال فلا یھتدی لہ قال فیقولون محمد۔

لفظ حدیث ھذا الرجل " یہ شخص کے بعد ہی کہا جاتا ہے۔ وہ جو تم میں تھے۔ وہ جنہیں محمد کہا جاتا تھا۔ نیز دوسری میں ہے وہ جو تم میں تھے تیری گواہی ان کی بابت کیا ہے۔ پھر اس کا سوال کہ کون شخص ملائکہ کا جواب وہ جو تم میں تھے۔ اتنا کہتے ہوئے بھی نہ سمجھا تو ملائکہ کہیں گے۔ محمد وہ محمد ہیں۔ کیا ان سوالات جوابات میں صراحتہ ظاہر نہیں ہے کہ حضور موجود نہیں ہوتے۔ آپ کے پاس صرف ھذا لفظ کے اور کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ مسلک اہلحدیث نہیں بلکہ کسی حنفی کا مذہب ہے۔ مثل عینی وغیرہ کے چنانچہ فاضل قسطلانی نے لکھا ہے۔

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی بشری عظمۃ للمؤمن ان صح ذالک ولا نعلم حدیثا مرویا فی ذالک والقائل بہ انما استند لمجرد ان الاشارۃ لا تکون الا للحاضر لکن یحتمل ان تکون الاشارۃ لما فی الذھن فیکون مجازا۔

کہا گیا ہے کہ میت کے لئے پردہ اٹھ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتی ہے اور اگر یہ صحیح ہو جائے تو مومن کے لئے بڑی خوش خبری ہے۔ اور ہمیں کوئی صحیح حدیث اس بارہ میں معلوم نہیں۔ اور جو اس کا قائل ہے۔ اس کی دلیل صرف یہی ہے کہ اشارہ حاضر کے لئے ہوتا ہے لیکن احتمال ہے کہ اشارہ حاضر فی الذہن کی طرف ہو پس یہ مجاز ہوگا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتاویٰ صفحہ سوال عشر کے جواب میں فرماتے ہیں۔ سوال یہ ہے۔

وھل یکشف لہ فی الحال حتی یری النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویقول لہ ما تقول فی ھذا الرجل فاجاب بقولہ بعد ان اعاد السوال فقال

وهو هل يكشف له حتى يرى النبي صلى الله عليه وسلم فالجواب ان هذا لم يرد في حديث صحيح وانما ادعاه من لا يحتج به بغير مستند الا من جهة قوله في هذا الرجل وان الاشارة بلفظة هذا لا تكون الا للحاضر وهذا لا معنى له لانه حاضر في الذهن۔

بہرحال یہ سوال کہ میت کے لئے پردہ کھولا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتی ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث میں یہ نہیں آیا۔ اس شخص نے بلا دلیل اس کا دعویٰ کیا ہے جو حجت نہیں۔ دلیل صرف یہ پیش کی ہے کہ ہذا کا اشارہ حاضر کے لئے ہوتا ہے۔ حالانکہ حاضر کے لئے ہونے سے کشف لازم نہیں آتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذہن میں حاضر ہیں۔

جواب تعاقب

محدث روپڑی نے مولوی عبدالجلیل کے تعاقب کا جو جواب دیا وہ حسب ذیل ہے۔

ہم نے تو بقول آپ کے صرف حدیث کے لفظ ھذا سے استدلال کیا ہے تو آپ نے اس کے مقابلہ میں کیا پیش کیا ہے۔ صرف ابن مردویہ یا حاکم کی روایت حالانکہ اس میں بھی یہی لفظ ھذا ہے۔ باقی الفاظ مثلاً الذی کان بین اظہرکم الذی یقال لہ محمد "وہ جو تم میں تھے وہ جنہیں محمد کہا جاتا تھا" وغیرہ یہ تو کسی طرح ہمارے خلاف نہیں۔ چنانچہ آپ کے پہلے تعاقب کے جواب میں اوپر تفصیل ہو چکی ہے۔ لیکن دوسرے تعاقب میں آپ کا ان کو دہرانا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ضمیر غائب سے دھوکا لگا ہے آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ضمیر غائب اسی کی طرف لوٹتی ہے جو کلام کے وقت مخاطب کے سامنے نہ ہو حالانکہ یہ ڈبل غلطی ہے اور یہی غلطی ایڈیٹر اہل سنت والجماعت کو لگی ہے۔ انہوں نے بھی ضمیر غائب ہی سے رسول کا عدم حضور ثابت کیا ہے۔

اس غلطی کی تفصیل سنیئے۔

ا۔ ضمیر کے لوٹانے میں کبھی لفظ کی رعایت ہوتی ہے کبھی معنی کی۔

قرآن مجید میں ہے۔

ومن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الاخر وما هم بمومنين

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے۔ اور در حقیقت وہ ایمان والے نہیں۔

اس آیت میں مَن کا لفظ مفرد ہے اور معنیٰ اس کا جمع ہے۔ لفظ کی رعایت کریں تو اس کی طرف مفرد کی ضمیر لوٹے گی۔ اگر معنی کی رعایت کریں تو جمع کی لوٹے گی۔ چنانچہ اس آیت میں یقول کی ضمیر مفرد کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور وما ھم بمومنین جمع کی۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس موت کے چکھنے والا ہے۔ عربی میں چونکہ نفس کا لفظ مونث ہے۔ اس لئے اس کی طرف ضمیر مونث لوٹتی ہے۔ خواہ مراد اس سے مرد ہو یا عورت۔ ہماری زبان میں اس کی مثال "ہستی" کا لفظ ہے۔ مراد اس سے خواہ مرد ہو۔ استعمال اس کا مونث ہی کی طرح ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ اچھی ہستی ہے 'اچھا ہستی' نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

واذا رأوك ان يتخذونك الاھزوا اھذا الذی یذکر الھتکم

اے محمد کفار جب تجھے دیکھتے ہیں تو مذاق سے کہتے ہیں کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کو برائی سے ذکر کرتا ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہیں مگر ضمیر غائب لوٹ رہی ہے گویا الذی کے لفظ کی رعایت کی گئی ہے بلکہ ایسے مقام میں لفظ الذی کی رعایت زیادہ فصیح ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنا پتہ بتلاتے ہوئے کہے انا الذی یقال لہ زید تو یہ انا الذی یقال لی زید سے زیادہ فصیح ہے۔ چنانچہ قواعد عربیہ میں اس کی تصریح ہے۔ حالانکہ متکلم سامنے ہوتا ہے مگر الذی کے لفظ کی رعایت کی گئی ہے۔ مولوی عبد الجلیل اور ایڈیٹر اہل سنت دونوں بچارے ضمیر غائب کی الجھن میں پھنس کر راجح بات سے غائب ہو گئے۔ انا للہ

علاوہ ازیں ان سے اور غلطیاں بھی ہوئی ہیں۔ نمبر وار سنئیے۔

دوسری غلطی

مولوی عبد الجلیل نے بخاری وغیرہ کے حوالہ سے ہرقل کی حدیث کا ٹکڑا نقل کیا ہے۔ انی سائل ھذا عن ھذا الرجل۔ اس عبارت میں پہلے ھذا سے ابوسفیان کی طرف اشارہ ہے۔ اور دوسرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یعنی ہرقل نے ابوسفیان کے ساتھیوں سے اپنے ترجمان کی معرفت کہا کہ میں ابوسفیان سے محمد کا حال پوچھنا چاہتا ہوں۔ مولوی عبد الجلیل کا اس سے یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہرقل کی مجلس میں نہ تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہذا کے استعمال میں سامنے ہونا شرط نہیں لیکن مولوی عبد الجلیل نے

یہاں ڈبل غلطی کی ہے کہ اخروی معاملات پر قیاس کیا ہے حالانکہ آخرت کا معاملہ عموماً خرقِ عادت ہے ۔ مثلاً قبر کا فراخ ہونا یا تنگ ہونا یا قبر کا میت سے باتیں کرنا ۔ جنت اور دوزخ کی طرف سے کھڑکی کا کھلنا یا سانپ بچھو کا اس پر مسلط ہونا وغیرہ وغیرہ یہ تمام سلسلہ خرقِ عادت کی قسم سے ہے ۔ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکشوف ہونا کوئی بعید امر نہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ جب لفظ کا حقیقی معنی بن سکے تو مجازی جائز نہیں اس بناء پر ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں مکشوف مانا جائے تاکہ حقیقی معنی مراد ہو سکے بخلاف ہرقل کی حدیث کے کیونکہ یہ دنیوی معاملہ ہے ۔ اور دنیوی معاملہ میں خرقِ عادت کی صورت میں حقیقی معنی متروک ہو سکتا ہے ۔ جیسے عرب کہتے ہیں "رَأَیْتُ أَسَدًا یَرْمِیْ" میں نے شیر کو دیکھا کہ وہ تیر اندازی کرتا ہے چونکہ شیر کا تیر اندازی کرنا خرقِ عادت ہے ۔ اس لئے شیر کا حقیقی معنی چھوڑ کر اس سے بہادر آدمی مراد لیتے ہیں ۔ ٹھیک اسی طرح ہرقل کی حدیث میں ھذا کے لفظ کو سمجھ لینا چاہیئے ۔ کیونکہ ہرقل کی حدیث میں بھی یہی صورت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا جس میں اس کو دعوت اسلام دی ۔ اس نے خط پڑھ کر دریافت کیا کہ محمد کے رشتہ داروں سے یہاں کوئی موجود ہے ۔ پتہ چلا کہ ابوسفیان اور ان کے ساتھی موجود ہیں ۔ اس نے ان کو بلا کر ابوسفیان کو سامنے بٹھایا ۔ اور ساتھیوں کو ابوسفیان کے پیچھے بٹھا کر مذکورہ بالا گفتگو شروع کر کے ابوسفیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کئے ۔ اس سارے واقعہ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے نہ تھے ۔ اور مکشوف ماننا خرقِ عادت ہے ۔ اس لئے مجازی معنی مراد ہو گا ۔

غرض آخرت کے معاملہ میں خرقِ عادت ایسا ہی ہے ۔ جیسے دنیوی معاملہ میں موافق عادت اور موافق عادت ہونے کی صورت میں حقیقی معنی مجازی پر مقدم ہے ۔ جب حقیقی بن سکے تو مجازی جائز نہیں ۔ پس قبر میں سوال کی حدیث میں مکشوف ماننا چاہیئے ۔ تاکہ ھذا کا حقیقی معنی قائم رہے ۔ ہاں اگر مجازی معنی پر دلیل ہوتی جو حقیقی معنی مراد لینے سے مانع ہوتی تو اس صورت میں حقیقی معنی متروک ہو سکتا ۔ جیسے آیت کریمہ اَمَّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ ۔ میں اوپر گزر چکا ہے ۔ اب کوئی وجہ نہیں ۔

تیسری غلطی

مولوی عبدالجلیل نے لکھا ہے کہ ہرقل نے ترجمان سے کہا انی سائل ھذا عن ھذا حالانکہ ہرقل نے اپنے ترجمان کی وساطت سے ابوسفیان کے ساتھیوں سے یہ کہا ۔

چوتھی غلطی :۔ مولوی عبدالجلیل لکھتے ہیں ۔ حافظ صاحب روپڑی نے وہی ھذا کی ٹانگ اڑا رکھی

ہے۔ بات یہ ہے کہ حلق سے بات کیسے اترے۔ آپ لوگ اصولِ مخترعہ کے پابند رہ کر کلامِ نبی کا اس پر موازنہ کرنا چاہتے ہیں۔ اصولِ مخترعہ سے مولوی عبدالجلیل کی مراد حقیقت مجاز کا مسئلہ ہے حالانکہ قسطلانیؒ نے آپ کی نقل کردہ عبارت میں تصریح کی ہے کہ حاضر فی الذہن کی طرف اشارہ مجاز ہے اور کتب مسندا عربیت میں ہذا کو اشارہ حسیہ کی قسم سے شمار کرنا اور ھذا کو قریب کے لئے اور ذاك اور ذالك کو بعید کے لئے یا ذاك کو متوسط کے لئے اور ذالك کو بعید کے لئے کہنا اور جب ھذا کا استعمال معقول (حاضر فی الذہن) میں ہو تو اس وقت یہ کہنا کہ اس کو بمنزلہ محسوس کے قرار دے کر اس میں ھذا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اسی خبر کی بنا پر ہے کہ حاضر فی الذہن ھذا کا حقیقی معنی نہیں۔ اور حاشیہ خضری شرح ابن عقیل کے ص۵۹ میں ہے۔

اِسْمُ الْإِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِمُشَارٍ إِلَيْهِ أَيْ حِسًّا بِالْإِصْبَعِ وَنَحْوِهِ فَلَا بُدَّ مِنْ كَوْنِهِ
حَاضِرًا مَحْسُوسًا بِالْبَصَرِ فَاسْتِعْمَالُهُ فِي الْمَعْقُولِ وَالْمَحْسُوسِ بِغَيْرِهِ مَجَازٌ

یعنی اسم اشارہ وہ اسم ہے جو مشار الیہ کے لئے موضوع ہو جس کی طرف انگشت وغیرہ سے حسی اشارہ ہو۔ پس ضروری ہے کہ وہ حاضر ہو۔ اور بصر کے ساتھ وہ محسوس ہو۔ پس معقول میں یا محسوس میں اس کا استعمال جس کی طرف انگشت وغیرہ سے اشارہ نہ ہو سکے مجاز ہے۔

تاج العروس شرح قاموس جلد ۱ ص۳۲۳ میں امام ابوالہیثم سے نقل کیا ہے۔

ذَا اِسْمٌ لِكُلِّ مُشَارٍ إِلَيْهِ مُعَايَنٍ يَرَاهُ الْمُتَكَلِّمُ وَالْمُخَاطَبُ۔

یعنی ذا ہر مشار الیہ کا اسم ہے جس کا مشاہدہ ہو اور متکلم مخاطب اس کو دیکھتے ہوں۔

غرض اس قسم کی تصریحات ائمہ عربیت وغیرہ کی بہت ہیں جن کا اصل یہی ہے کہ حاضر فی الذہن ھذا کا حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی ہے۔ پس حقیقت مجاز کے مسئلہ کو اصولِ مخترعہ کہہ کر ھذا کے حقیقی مجازی معنی میں فرق نہ کرنا یہ ڈبل غلطی ہے۔ اگر الفاظ کے معانی میں حقیقت مجاز کا فرق نہ کیا جائے تو سب معاملہ ہی درہم برہم ہو جائے۔ مثلاً آیت کریمہ نعبد الٰھك والٰه ابائك ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق میں چچا کو بھی باپ کہا ہے۔ اس بنا پر کوئی کہے کہ آیت وراثت وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ میں چچا بھی مراد ہے۔ اگر باپ وغیرہ نہ ہو تو چچا اس کے قائم مقام ہوگا تو کیا یہ صحیح ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ چچا حقیقۃً باپ نہیں بلکہ اس کو مجازاً باپ کہا ہے۔ اس قسم کی بے شمار امثلہ ہیں جو مسئلہ حقیقت مجاز سے

تعلق رکھتی ہیں ، اس کو اصول مخترعہ کہنا غلطی ہے۔

پانچویں غلطی

قسطلانی کی عبارت کو اس محل میں پیش کرنا غلطی ہے۔ کیونکہ قسطلانی نے حاضر فی الذہن کا احتمال ذکر کرکے اس کو مجاز کہہ دیا ہے۔ گویا اس سے اس احتمال کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حقیقت کے مقابلہ میں مجاز کا احتمال کمزور احتمال ہے۔ جس کا ارتکاب بلا دلیل درست نہیں۔ پس یہ عبارت درحقیقت ہماری مؤید ہے مگر مولوی عبد الجلیل غلطی سے اپنی مؤید سمجھ رہے ہیں۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ عینی رحہ کا خیال اس مسئلہ میں راجح ہے۔ اگرچہ حافظ ابن حجر رحہ کی تحقیق عموماً بڑی ہوتی ہے مگر بحکم "لکل جواد کبوۃ" اس مسئلہ میں عینی کی رائے کو ترجیح ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحہ کا کہ یہ کہنا کہ آپ حاضر فی الذہن ہیں۔ اس کی بابت عرض ہے کہ کیا یہ معنی حقیقی ہے یا مجازی۔ اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ مجازی ہے۔ پس عینی کا خیال درست ہوا۔ پس ان پر کوئی چوٹ نہیں اس کے علاوہ آپ کا حاضر فی الذہن ہونا ان لوگوں کی نسبت تو درست ہو سکتا ہے۔ جنہوں نے آپ کو دیکھا ہے کیونکہ ان کے ذہن میں آپ کی خاص شکل و صورت حاضر ہو سکتی ہے لیکن جنہوں نے آپ کو دیکھا نہیں۔ ان کے ذہن میں تو آپ کے صفات ہیں جو کلیات ہیں جن میں تعیین اور تشخص نہیں تو پھر آپ بعینہٖ حاضر کس طرح ہوئے۔ اور جب آپ بعینہٖ حاضر نہ ہوئے اور صرف آپ کی صفات ہوئیں جو کلیات ہیں تو ان کے نزدیک بھی حاضر فی الذہن ھذا کا حقیقی معنی نہ ہوا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عینی کا خیال درست ہے اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ حاضر فی الذہن ہذا کا معنی حقیقی ہے تو حاضر فی الخارج بطریق اولیٰ ہذا کا حقیقی معنی ہوگا۔ پس اس صورت میں عینی اور حافظ ابن حجر رحہ برابر ہوں گے کیونکہ لفظ جب دو معنوں کے درمیان مشترک ہو تو بغیر دلیل کے کسی کو نہیں لے سکتے۔ نہ حافظ ابن حجر رحہ کا مذہب ثابت ہوا نہ عینی کا۔ ہاں عینی رحہ کے مذہب کو ایک اور طرح سے ترجیح ہو سکتی ہے وہ یہ کہ حاضر فی الذہن کو ھذا کا حقیقی معنی ماننے کی صورت میں لازم آتا ہے کہ ھذا دو معنوں میں مشترک ہو۔ اور اگر حاضر فی الذہن کو مجازی معنی قرار دیں تو اس صورت میں ھذا حقیقت مجاز ہوگا۔ اور عربیت کا یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک لفظ اشتراک اور حقیقت مجاز کے درمیان دائر ہو تو اس کو حقیقت مجاز بنانا چاہیئے کیونکہ اشتراک سے حقیقت مجاز کی کثرت ہے پس کثرت پر حمل ہوگا۔ اس بنا پر عینی رحہ کے مذہب کو ترجیح ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکشوف ہونا ہی غالب رہا۔

چھٹی غلطی ، مولوی عبد الجلیل نے ایک یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ آن واحد میں بے حساب اموات سے

سوال ہوتا ہے تو آپ کی ذات کو تو اسی حاضری سے فرصت نہ ملتی ہو گی مگر یہ اشکال مولوی عبد الجلیل کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ ہماری عبارت یہ ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میت کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اور میت کو آپ کا وجود باوجود قریب نظر آنے لگتا ہے۔ بعد ازاں کے ساتھ سوال ہوتا ہے"

اس عبارت میں قریب نظر آنے لگتا ہے۔ ایسا ہی ہے جیسے ذوالقرنین کے قصہ میں قرآن مجید میں مذکور ہے۔ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ۔ یعنی ذوالقرنین نے سورج کو سمندر میں غروب ہوتے پایا۔ اس پر مفسرین نے لکھا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ واقعہ میں سورج سمندر میں غروب ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ذوالقرنین کو اس طرح دکھائی دیا۔ ٹھیک اس طرح ہماری عبارت ہے۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقعہ ہر ایک کی قبر میں حاضر ہوتے ہیں۔ سچ ہے ؎

وکم من عائب قولا صحیحا   وآفته من الفهم السقیم

مثل مشہور ہے ایک من علم کے لئے دس من عقل چاہیئے۔ مولوی عبد الجلیل اعتراض تو ہم پر کرتے ہیں، کہ "ایڈیٹر تنظیم" کی عادت قدیمہ ایسی ویسی ہے مگر حقیقت امر یہ ہے کہ بے سوچے سمجھے قلم برداشتہ اناپ شناپ لکھتے چلے جاتے ہیں حالانکہ مسائل کا معاملہ بڑی ذمہ داری کا ہے۔ قلم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہیئے خدا ہدایت دے اور سمجھ دے۔

ساتویں غلطی

مولوی عبد الجلیل نے حافظ ابن حجر رحمہ وغیرہ کی رائے لکھ کر کہا ہے کہ جو مولانا روپڑی نے طریقہ اختیار کیا ہے وہ اہلحدیثوں کا ہرگز نہیں۔ ناظرین خیال فرمائیں کہ یہ کتنی بڑی ڈبل غلطی ہے۔ اہلحدیث کا طریق تو قرآن و حدیث اور اتباع السلف ہے۔ مولوی عبد الجلیل نے کونسی آیت و حدیث پیش کی ہے جو ہمارے خلاف ہے یا کونسے اقوال سند پیش کئے ہیں جن سے ہم علیحدہ ہو گئے۔ مولوی عبد الجلیل کے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں۔ محض بریلویوں کی ریس ہے کہ یہ وہابی ہیں۔ ان کے نزدیک نہ جاؤ۔ حقیقت اس کی کچھ نہیں۔ مولوی عبد الجلیل صاحب آپ کی شان کے یہ لائق نہیں آئندہ احتیاط رکھیں۔ خدا آپ کی حفاظت کرے۔ آمین۔

تنبیہ۔ مولوی محمد صاحب ایڈیٹر محمدی نے بھی اس محل میں چند باتیں لکھی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کی خدمت میں کچھ عرض کر دیں۔ مولوی محمد صاحب لکھتے ہیں۔

محترم مولانا حافظ صاحب! ذرا ایک بات تو بتلائیں۔

١۔ چودہ سو سال کے بعد کے آنے والے کے سامنے چودہ سو برس پہلے کا کوئی شخص جسے کبھی اس نے دیکھا نہ ہو کھڑا کر دیا جائے۔ اور اس سے پوچھا جائے کہ یہ کون ہے؟ تو کیا عقل کہتی ہے کہ وہ صحیح جواب دے سکے گا۔

٢۔ یہ مان لینے سے کہ حضورؐ قبر میں لائے جاتے ہیں۔ آپ کی تشبیہ پیش کی جاتی ہے۔ سوال و جواب میں وہ لطافت ہی باقی نہیں رہتی۔ جو شریعت نے رکھی ہے۔ ذوق سلیم اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ جس کی تعلیم آپ دے رہے ہیں۔

٣۔ جناب من صرف لفظ ہذا کو جو اس موقعہ پر مثل تشابہ کے ہے۔ لے کر صراحت کو جو ضمن نبیتت وغیرہ میں مثل محکمات وغیرہ کے ہے۔ چھوڑ دینا تو شاید آپ اتباع سلف میں داخل نہ کر سکیں۔

٤۔ کیا جناب نے یہ بھی خیال کیا کہ بدعتی طبقہ کے ہاتھ میں جو پہلے ہی حضورؐ کو ہر جگہ حاضر ناظر مانتے ہیں۔ آپ کیسا کچھ ہتھیار دے رہے ہیں۔

٥۔ کیا اس قسم کے الفاظ ایسے مسائل کے استخراج کے لئے کافی ہیں؟ کیا قبرستان کے سلام کا خطاب مردوں کے حساس اور سننے والے مثل زندوں کے ہونے کے لئے بس ہے؟

٦۔ کیا ربی و ربک اللہ کا خطاب چاند سے کرنا اس لئے بھی کوئی کمال قدرت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے؟ اگر نہیں۔

٧۔ تو کیا جناب کے پاس قرآن و حدیث سے مذہب سلف سے کوئی ایسی دلیل ہے۔ جس سے حضورؐ کا ہر گور سے۔ کالے۔ مسلم۔ کافر۔ عربی عجمی کی قبر میں پھیرے کرنا اور موجود ہونا ثابت ہوتا ہو؟

٨۔ لفظ ھذا اگر موجود شے کی طرف اشارہ کے لئے ہی ہے تو پھر اوصاف بیان کرنے کی چنداں ضرورت ہی نہ تھی۔ جو اتنا لمبا سوال ہو جائے۔

٩۔ لفظ ھذا پر اتنا اصرار کرنا صرف اس کے لفظی معنی کی وجہ سے ہے کہ عقائد اسلام اور اجماع صحابہؓ اور ضروریات دین کے فوت ہونے پر بھی اس لفظ کو اس معنی سے نہ ہٹایا جائے تو پھر اس سوال کے جواب کے لفظ ھُوَ پر بھی ایسا ہی اعتماد کیوں نہیں کرتے؟ وہ تو غائب کی ضمیر ہے۔ پس مان

لیجئے کہ حضورؐ غائب ہو جاتے ہیں، موجود نہیں ہو سکے۔

۱۰۔ آخری ایک اور چیز سُن لیجئے۔ وہ یہ ہے کہ یہاں لفظ ھذا معنیٰ میں ذالک کے ہے یعنی اسم اشارہ قریب کے لئے نہیں بلکہ بعید کے لئے ہے۔ اور اسم اشارہ قریب کا بعید کے لئے اور بعید کا قریب کے لئے لغت عرب میں برابر مستعمل ہے۔ قرآن میں ہے ذالک الکتاب لا ریب فیہ۔ اس کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ذالک معنیٰ میں ھذا کے ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر محمدی ترجمہ ابن کثیر پارہ اول صفحہ ۳۱۔ پس جیسے ذالک معنیٰ میں ھذا کے آتا ہے۔ ویسے ہی ھذا معنیٰ میں ذالک کے بھی مستعمل ہے۔ پس یہاں دوسری حدیثوں کی تشریح کے مطابق لفظ ھذا معنیٰ میں ذالک کے ہے چنانچہ تفسیر محمدی ترجمہ ابن کثیر کے اسی صفحہ میں ہے۔ یہ دونوں لفظ قائم مقام عربی زبان میں اکثر آتے رہتے ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ نے ابو عبیدہؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ عربی کی تفسیر کے لفظ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فیستعملون کلا منھما مکان الاخر وھذا معروف فی کلامھم۔ وقد حکاہ البخاری من معمر المثنی عن ابی عبیدۃ۔ جلد اول مصری صفحہ ۲۔ مولانا سارا مدار اس لفظ پر تھا اور یہ لفظ دور کے اشارہ کے لئے بھی آتا ہے۔ اب وہ نیو ہی نہ رہی جس پر کشف کی یا شبیہ کی یا حاضری کی عمارت کھڑی کی جائے۔

۱۱۔ قرآن میں ہے ذالکم اللہ ربکم تو کیا اس میں بھی اللہ میاں کا وجود سامنے موجود تھا۔ جس کی طرف اشارہ ہو۔

۱۲۔ حاشیہ تہذیب میں صراحت ہے کہ لفظ ھذا سے اشارہ کبھی غیر موجود غیر محسوس غیر مشاہد کی طرف بھی ہوتا ہے۔ اُمید ہے کہ ان درجن بھر دلیلوں کے ہوتے ہوئے مکرمی حافظ صاحب مزید غور فرمائیں گے۔

والسلام

محمد اخبار محمدی یکم مارچ ۳۶ء

جواب

۱۔ چودہ سو برس کے بعد آنے والے کا پہچاننا اس کا حل ہم نے پہلے ہی کر دیا تھا کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا سو وہ بھی آپ کے وجود باجود کو دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ خدا کے رسول ہیں۔ کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ مومن جب کہے گا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں تو منکر نکیر کہیں گے

تجھے کس طرح معلوم ہوا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں ؟ تو وہ جواب میں کہے گا کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ پس ان پر ایمان لایا۔ اور ان کی تصدیق کی یعنی اللہ کی کتاب میں جو ان کے اوصاف یا ان کا حلیہ بتایا گیا ہے اُسے دیکھ کر مومن فراست ایمانی سے اندازہ کرے گا کہ یہ وہی رسول ہیں۔ جن پر میں ایمان لایا ہوں۔

(تنظیم ۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء)

ہاں بعض بدعتیوں کو اس میں تردد رہتا ہے تو وہ أَمُحَمَّدٌ یا أَیُّ رَجُلٍ کہہ کر سوال کرتی ہیں چنانچہ ابھی اُوپر ابن مردویہ وغیرہ کی حدیث کے ذیل میں اس کی تفصیل ہوئی ہے۔

۲۔ حضور قبر میں نہیں لائے جاتے بلکہ درمیان سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ جس سے آپ میت کے سامنے ہو جاتے ہیں۔

۳۔ اس سے پہلے تفصیل ہو چکی ہے کہ سوال کی چار صورتیں ہیں۔ ایک هذا الرجل (معرفه) کے ساتھ خواہ اس کے ساتھ آپ کا نام یا کوئی صفت ہو یا نہ دوم رجل نکرہ کے ساتھ اس میں نام یا صفت کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے رجل يُقَالُ لَهُ مُحَمَّدٌ مَا هُوَ سوم مَنْ کے ساتھ جیسے من نبيك یا من الرسول الذی بعث الیکم چہارم شہادت کے ساتھ جیسے مَا تَشْهَدُ بِهِ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۹۵، ص ۲۹۶۔ یہ چاروں صورتیں الگ الگ ہیں۔ اگر ان سے من نبيك وغیرہ محکمات ہے ہو تو اس سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ هذا کی صورت میں کشف نہیں پھر هذا کو متشابہ کہنا بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ متشابہ وہ ہے جس کے معنی میں اشتباہ ہو۔ اور اس کی تعیین نہ ہو۔ اور هذا کا معنی معلوم ہے اس میں کوئی اشتباہ نہیں چنانچہ اُوپر تفصیل ہو چکی ہے۔

۴۔ اس کا جواب نمبر ۲ میں آگیا کہ آپ قبر میں نہیں لائے جاتے۔ پس ہم نے بدعتیوں کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہیں دیا۔ آپ کو مولوی عبد الجلیل کی طرح غلطی لگی ہے۔ ورنہ ہماری کلام کا مطلب واضح ہے۔ چنانچہ مولوی عبد الجلیل کے اغلاط نمبر ۶ میں تفصیل ہو چکی ہے۔

۵-۶۔ ہمارا مُردوں کو یا چاند کو خطاب کرنا دنیوی معاملہ ہے۔ اور فرشتوں کا هذا کے ساتھ میت سے سوال کرنا اُخروی معاملہ ہے۔ اس لئے اس کا قیاس مُردوں کے یا چاند کے خطاب پر صحیح نہیں۔ چنانچہ مولوی عبد الجلیل کے اغلاط نمبر ۲ میں اس کی تفصیل ہو چکی ہے۔

۷۔ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھیرنے کے ہم قائل ہی نہیں چنانچہ ابھی نمبر ۲ میں گزرا ہے۔

۸۔ بعض میتوں کو آپ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑنے سے کچھ تردد رہتا ہے تو ان کے لئے اوصاف کی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ ابن مردویہ وغیرہ کی حدیث کے ذیل میں بیان ہو چکا ہے۔

۹۔۱۰۔ ہمیں معلوم نہیں ہوا کہ ھذا کا لفظی معنی لینے میں کونسے عقائد اسلام اور اجماع صحابہؓ اور ضروریات دین فوت ہوتے ہیں۔ اور ضمیر غائب سے غائب سمجھنا یہ مولوی عبد الجلیل کی طرح آپ کی ڈبل غلطی ہے چنانچہ اوپر گزر چکا ہے۔ اسی طرح اشارہ بعید کے ہونے سے غائب سمجھنا ڈبل غلطی ہے۔

دیکھئے آفتاب کتنی دور ہے مگر دن میں سامنے ہے غائب نہیں پھر ھذا کو ذالك کے معنی میں لینا مجاز ہے۔ اس کے لئے آپ نے اس جگہ کوئی قرینہ بیان نہیں کیا۔ اگرچہ ہمارا یہ خیال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ میں قریب ہوتے ہیں۔ ہاں یہ خیال ہے کہ میت کو قریب معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہذا کو ذالک کے معنی میں لینے پر کوئی قرینہ ہو تو ہم بعید کے قائل ہو جائیں گے۔ مگر اس سے غیب کا ثبوت کسی طرح نہیں ہوتا۔

۱۱۔ ذالکم اللہ ربکم کا جواب وہی ہے جو امن ھذا الذی ھو جند لکم کا ہے جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔

۱۲۔ تہذیب کے حاشیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ مجازی معنی ہے جس کے لئے قرینے کی ضرورت ہے حدیث میت میں کوئی قرینہ نہیں پھر بلا قرینہ کیونکر مراد ہو سکتا ہے۔ پس درحقیقت وجوہ دلیلیں تام ہی کی ہیں کام کی نہیں۔ والسلام

عبد اللہ امرتسری روپڑی

۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۔ ۵ جون ۱۹۳۶ء

قبر میں موذی جانوروں کے کھانے سے میت کو ایذا کا نہ پہنچنا

سوال:۔ قبر میں میت کو کرم وغیرہ کھا جاتے ہیں۔ بعض دفعہ کوئی بیرونی جانور نیولہ وغیرہ بھی قبر میں گھس کر میت کو کھاتا ہے۔ آیا میت کو اس سے ایذا پہنچتی ہے؟

خاکسار محمد از کلس گاماں ڈاکخانہ کنگن پور ضلع لاہور

جواب۔ مشکوٰۃ باب البکاء علی المیت فصل ۳ میں ہے۔

عن عمرو بن حزم قال رانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی قبر

فقال لاتوذ صاحب هذا القبر ولا توذہ رواہ احمد۔

عمرو بن حزم کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا فرمایا اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔

مشکوٰۃ کے اسی باب فصل ۲ میں ہے۔

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کسر عظم المیت ککسرہ حیا رواہ مالک وابوداؤد وابن ماجۃ۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میت کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔

اس قسم کی کئی ایک روایتیں آئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے مگر بعض روایتوں سے معلوم ہے کہ ظاہر اسباب کا اثر میت پر نہیں۔

عینی شرح بخاری میں ہے۔

مر عبد اللہ بن عمر علی قبر عبد الرحمٰن بن ابی بکر اخی عائشۃ وعلیہ فسطاط مضروب فقال یا غلام انزعہ فانما یظلہ عملہ فقال الغلام تضربنی مولاتی قال کلا فنزعہ۔

عبداللہ بن عمرؓ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ حضرت عائشہؓ کے بھائی کی قبر پر گزرے۔ اس پر خیمہ لگا ہوا تھا فرمایا اے غلام! اس کو اکھاڑ دے۔ کیونکہ اس کو اس کا عمل سایہ کرے گا۔ غلام نے کہا، میری مالکہ مجھے مارے گی۔ فرمایا ہرگز نہیں پس اس کو اکھاڑ دیا۔

اسی طرح ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے وفات کے وقت وصیت کی کہ میری قبر پر خیمہ نہ گاڑنا۔

ان دو روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو دنیوی اشیاء کا فائدہ یا نقصان نہیں۔ نیز حدیث میں ہے جب حضرت حمزہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جنگ احد میں شہید ہوئے اور کفار نے ان کے کان۔ ناک وغیرہ کاٹ کر شکل بگاڑ دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا کہ میری پھوپھی صفیہ رضؓ (حمزہ کی بہن) برداشت کرے تو میں حمزہ رضؓ کو اسی حال میں چھوڑ دوں کہ کتے بلے کھا جائیں۔ اور قیامت کے دن ان کے پیٹوں سے جمع کیا جائے۔

اس کہنے سے مطلب آپ کا یہ تھا کہ اللہ کی راہ میں ذلت حقیقت میں ذلت نہیں لیکن عورتوں کے دل کمزور ہوتے ہیں، اس لئے دفن مناسب ہے۔ یہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ میت زندہ کی طرح نہیں ورنہ زندہ کو بھی اس طرح دکھ دینا درست ہوتا۔ پھر ظاہر پر غور کیا جائے تو اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ میت کو دنیوی اسباب کی تکلیف نہیں، مثلاً زندہ کو قبر میں دبا دیں تو اس کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ تو کیا میت کو بھی دبانے سے تکلیف ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ ہاں میت کا وقار اور اس کی حیات کی وضع کو قائم رکھنے کے لئے جتنا قدر حدیث میں آگیا۔ اتنا کرنا چاہیئے، مثلاً میت کو غسل عزت کے ساتھ دیا جائے۔ کفن اچھا پہنایا جائے۔ عزت کے ساتھ قبر میں اتارا جائے۔ اچھی طرح کی ہڈی توڑنے سے ممانعت بھی اسی وقار پر حمل کرنی چاہیئے۔ اور ایذاء سے نبی کی حدیث کا مطلب بھی یہی لینا چاہیئے کہ اس کی توہین نہ کی جائے۔ پس اس صورت میں سب روایتوں میں موافقت ہو جائے گی۔ لیکن یہ جو کچھ ذکر ہوا ہے بدنی ایذاء سے متعلق ہے۔ رہا سماع کا مسئلہ تو اس کی تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ سماع موتی ملاحظہ کریں۔ بلکہ اس میں بدنی ایذاء کے متعلق بھی کافی مواد موجود ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۲ ربیع الاول ۵۷ھ ۱۳ مئی ۳۸ء

شہید کی لاش کو مٹی کھاتی ہے

سوال: شہید کی لاش کو قبر میں مٹی یا دیمک وغیرہ کھاتی ہے یا نہیں؟

جواب: شہداء کے جسموں کے متعلق قرآن مجید، حدیث میں تشریح نہیں آئی کہ ان کو قبر میں مٹی کھاتی ہے یا نہیں۔ البتہ انبیاء کے اجساد کے متعلق حدیث میں تصریح آئی ہے۔ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (ابن ماجہ باب ذکر وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودفنہ) یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کو کھائے۔ ہاں بعض واقعات اس قسم کے پائے گئے ہیں کہ بزرگوں کی لاشوں کو مٹی نے نہیں کھایا جن سے بعض شہید ہیں اور بعض غیر شہید۔

عبداللہ امرتسری از روپڑ ۲۷ رمضان ۱۳۵۳ھ ۴ جنوری ۱۹۳۵ء